لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ
مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۲۹ | ۲۵ اگست ۱۹۹۲ء مطابق ۲۵ صفر ۱۴۱۳ھ | شمارہ ۲۰

اداریہ

شمس الحق ندوی

اُسوۂ نبوی کی ہمہ گیری

پورے چودہ سو سال گذر چکے پندرہویں صدی ہجری کی پہلی دہائی بھی گذر چکی ہے، سنہ کا آغاز جس حسرتناک و دلخراش واقعہ سے ہوا ہے وہ دنیا کی تاریخ کا یا یوں کہئے کہ انسانی تاریخ کا عجیب و غریب واقعہ تھا کہ وطن چھوڑنے پر اسکو مجبور کیا گیا جو دوسروں ہی کے لئے فکرمند رہتا تھا، دوسروں ہی کیلئے دکھ جھیلتا تھا، اس کے سوا اس کا کوئی اور جرم نہ تھا کہ وہ بے شمار اوہام و خرافات اور بے حقیقت مذاہب و عقائد کو چھوڑ کر کمزور و بے حقیقت خداؤں سے منہ موڑ کر ایک ایسے خدا پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کی طرف دعوت دے رہا تھا جو سب کا مالک سب کا خالق اور سب کی ضرورتوں کا تنہا پورا کرنے والا ہے وہ ان جابر و قاہر دیوی دیوتاؤں میں نہیں ہے جو غضب ناک ہوں تو انسانوں کو قتل و غارت کردیں تباہی مچادیں۔ بلکہ یہ دعوت ایسے کی طرف سے اور اتنے بڑے اور قوی کی طرف دی جارہی تھی جو سب پر، پوری کائنات پر حاکم و فرمانروا ہے، وہ عزیز ہے سب پر غالب، اس پر کوئی نہیں غالب آسکتا، لیکن اسی کے ساتھ وہ اپنے بندوں پر مہربان بھی ہے کہ وہ غلطی کر بیٹھیں اور پھر اس سے معافی مانگیں، غلطی کا اعتراف کریں تو وہ بہت معاف کرنیوالا ہے، بلکہ ایسوں پر اپنے لطف و کرم کی بارش کرتا ہے۔

یہ ۱۴۱۳ھ کا دوسرا مہینہ ہے اور چند ہی دنوں کے بعد ولادت باسعادت کا مہینہ ماہ ربیع الاول شروع ہونے والا ہے، سیرت النبی کے جلسے ہوں گے علماء کرام اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرمائیں گے، سنت رسول کی پیروی اور ذکر و فکر کی دعوت دیں گے، کہیں گے اور شوق و ترغیب دلائیں گے کتاب و سنت پر عمل کی۔ یاد دلائیں گے اس فرمان رسول کی کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں تم جب تک ان پر قائم رہوگے راہ سے بھٹکو گے نہیں۔ "ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وسنتی"۔

کتاب و سنت یہ دین کی دو بنیادیں ہیں ان دونوں کے مجموعہ سے دین اپنی اصلی شکل میں پایا جاتا ہے اور دونوں کی عملی شکل ہی حقیقی عبادت و عبدیت ہے لیکن عبادت کے مفہوم میں عام طور پر روزہ نماز وضو وغیرہ سے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اور عمل کیا ہے اس کو تو لوگ سنت سمجھتے ہیں، اور بڑی حد تک ایک طبقہ اس پر عمل کرتا ہے اس کی تلقین بھی کرتا ہے ترغیب بھی دلاتا ہے، لیکن اخلاقیات و معاملات، حقوق العباد، اور عہد و میثاق کی پابندی سے متعلق جو سنتیں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے جو اسوہ اور نمونہ چھوڑا ہے اور جو اپنے اندر کشش و تاثیر کی مقناطیسی صلاحیت رکھتا ہے یہ جیسے سنت سے خارج ہے، ارشاد ربانی: "وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا" تمہارے لئے رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے تمہارے یعنی اس کے لئے جو ڈرتا ہو اللہ اور روز آخرت سے اور ذکر الٰہی کثرت سے کرتا ہو۔ اس اسوۂ حسنہ کے مفہوم میں جو چیزیں آتی ہیں کیا وہ سب کی سب سنت نہیں ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ ہم ایک شخص کو دیکھتے ہیں کہ مسجد میں بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ نوافل پڑھ رہا ہے۔ اوابین، اشراق، چاشت حتیٰ کہ تہجد کا بھی پابند ہے لیکن عبادت سے فارغ ہو کر جب وہ زندگی کے جھمیلوں میں داخل ہوتا ہے تو وہاں کی سنتوں اور سلوک نبوت کو بالکل بھول جاتا ہے کسی سے معاملہ کرتا ہے، کاروبار میں شریک ہوتا ہے۔ لین دین کرتا ہے، کسی سے کچھ معاملہ کرتا ہے تو اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ یہاں کی سنتیں کیا ہیں ان مواقع پر اللہ کے رسول نے کیا اور برتا ہے، کیا کیا ہدایات دی ہیں، اسی طرح زوجین کے باہمی حقوق، والدین کے حقوق و اطاعت، لڑکیوں کے حقوق اور میراث وغیرہ کی تقسیم کا طریقہ جو سنت کے مطابق ہو یہ سب فراموش کردیا جاتا ہے، اس کو سنت نہیں سمجھا جاتا، اسی طرح اپنی ساری عبادتوں اور

سرپرست
مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارۂ تحریر
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط و کتابت و منی آرڈر کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زرِ تعاون ملکی
سالانہ — پچاس روپے
فی شمارہ — ۲/۲۵

بیرون ملک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

نوٹ:- ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں، اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں
نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اسکی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں
اور اگر جدید خریدار ہیں تو اس کی بھی صراحت ضروری ہے

درس حدیث

بدعت کی مخالفت

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی — ترجمہ شمس الحق ندوی

عن ام المؤمنین ام عبد اللہ عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔[1]

جس نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز پیدا کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود و ناقابل قبول ہے۔

ایمان وہ بنیادی رکن ہے جس کے ذریعہ اسلام نے مسلمان کی شخصیت سازی کا کام شروع کیا، اس لئے کہ ایمان ہی وہ اصل ہے جو مسلمان کے جذبات کو حرکت دیتی ہے اور ارادہ کو صحیح رخ کی طرف موڑتی اور اس کی رہبری کرتی ہے کہ جب بندۂ مومن کے اندر ایمان کے اصول درست و صحیح ہوجائیں گے تو دیگر اہم بنیادی چیزیں بھی اس میں پختہ ہوجائیں گی اور وہ نیکی، حق و صداقت اور بھلائی کی راہ پر ثبات و استقامت کا زیادہ خوگر ہوجائے گا، اور زندگی کے نوع بنوع راستوں کو منظم کرنے اور ان پر اپنے فیصلہ کو جاری کرنے پر زیادہ قابو یافتہ ہوگا جس کے ذریعہ نقصان و تکلیف دہ اور بگاڑ پیدا کرنے والی باتوں کو اپنے سے دفع کرسکے گا اور ضرورت کی متقاضی چیزوں کو حاصل کرسکے گا۔

اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے عقیدہ کو گمراہی اور نقص پیدا کرنے والی چیزوں سے محفوظ رکھنے کا فکر و اہتمام فرمایا ہے حتی کہ آپ نے مذکورہ بالا حدیث میں فرمایا جس شخص نے بھی دین کے اندر کوئی نئی بات جو کتاب و سنت کے موافق نہیں، پیدا کی خواہ عقیدہ میں ہو یا عبادت میں وہ مردود و ناقابل قبول ہے اور اس بدعت کا گناہ اسی کو ہوگا۔ اور وہ شخص مستحق سزا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کوئی نئی چیز پیدا کی یا نئی چیز پیدا کرنے والے کو پناہ دی تو اس پر خدا کی لعنت ہو"۔

یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے اس خالص اور صاف شفاف عقیدہ اور عبادت کو غلط چیزوں کے خلط ملط ہوجانے سے محفوظ رکھیں جس کو مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اپنے قول و فعل کے مطابق بٹھایا ہے اس میں کسی کمی زیادتی کی گنجائش نہیں مسلمان جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعین کئے ہوئے طریقہ سے ہٹے اور فکری مذاہب کے چکر میں پڑے اور ان مسائل میں جن تک عقل کی رسائی نہیں، عقل سے کام لینا شروع کیا تو جو کچھ پیش آیا ہم سب کو معلوم ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایمان کو اس کی سادگی اور ایجابی عمل سے پھیر کر فلسفیانہ مسائل، کلامی بحثوں اور فکری عیاشی کی طرف کردیا اور ان سب چیزوں نے اسلام کے صاف ستھرے عقیدہ کو مختلف مکاتب فکر میں بانٹ دیا۔ ہر مکتبۂ فکر اپنا الگ حلقہ رکھتا ہے۔ اور ہر ایک خود کو حق کہتا ہے اور دوسرے کو باطل قرار دیتا ہے اور یہ دعوا کرتا ہے کہ جو اس کے مکتب فکر میں نہ داخل ہو وہ اسلام سے خارج ہے۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ عقیدہ میں کمزوری پیدا ہوگئی شریعت مطہرہ جس طرح نازل ہوئی تھی اسی طرح اس پر عمل باقی نہ رہا بلکہ اس سے انحراف پیدا ہوگیا۔ اور فرد و خاندان معاشرہ اور حکومت غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ایک عام ضعف پیدا ہوگیا اور امت مسلمہ ترقی سے عاجز و درماندہ ہوکر رہ گئی اس میں قوموں کی قیادت و پیشوائی اور جماعتوں کی ہدایت و رہنمائی کی وہ صلاحیت نہ باقی رہی جو اللہ تعالیٰ چاہتا تھا، اسی لئے ضروری تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عقیدہ کو صحیح رکھنے پر زور دیں اور اس کی تاکید فرمائیں۔

اسی لئے فرمایا:

"جس نے ہمارے اس دین میں نئی چیز پیدا کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود و ناقابل قبول ہے"

لہٰذا مسلمان پر فرض ہے کہ زندگی کے ہر ہر قدم پر قرآن کریم اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معیار و پیمانہ کو مضبوطی سے تھامے رہے ذرا بھی اس سے ہٹے نہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دین کے مکمل ہوجانے اور اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ہی ہوئی ہے:

"اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا"[2]

آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسّی دن سے زیادہ بقید حیات رہے، آپ کی زندگی میں دین مکمل ہوچکا تھا کوئی کمی اور خلا نہیں باقی رہا تھا کہ اس میں اضافہ کی ضرورت پیش آئے۔ ہاں جب حالات کے تغیر سے نئے حالات پیدا ہوں گے تو کتاب و سنت کی روشنی میں ان کا حل اجتہاد کے ذریعہ کیا جائے گا اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے لیکن یہ اجتہاد وہی شخص کرسکے گا جس میں اجتہاد کے شرائط بھی پائے جاتے ہوں، جیسے حضرت معاذ بن جبل نے اجتہاد فرمایا تھا۔

اس کے علاوہ کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ دین کے اندر اپنے عقیدہ و عبادت اور معاملاتِ زندگی میں، کچھ رد و بدل اور کمی بیشی کرے، کہ بدعت سے بڑھ کر دین کو بگاڑنے اور اس کو ڈھانے والی کوئی اور چیز نہیں۔ اسی لئے بدعت سے بار بار ڈرایا گیا ہے اور اس سے دنیا میں جو اختلاف و انتشار پیدا ہوتا ہے اور آخرت میں جو ذلت و رسوائی ہوگی اس سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ"[3]

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہوگئے اور احکام بیّن کے آنے کے بعد ایک دوسرے سے (خلاف و) اختلاف کرنے لگے، یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا جس دن بہت سے منہ سفید ہوں گے، اور بہت سے منہ سیاہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے چہرے روشن ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے کالے دبے رونق ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا:

"وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا"[4]

اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستہ کے سوا اور رستہ پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے، اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

بدعات اکثر دینی فائدہ کے نام سے شروع ہوتی ہیں پھر مسلمانوں میں ایسی پھوٹ ڈالتی ہیں کہ دوبارہ ملاپ نہیں ہو پاتا، اس لئے کہ ان کی بعض جماعتیں بدعت دینی فائدہ کا ایسا معیار و طریقہ اپناتی ہے جو دوسری جماعت کے طریقہ سے مختلف ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مرور زمانہ کے ساتھ اسلامی ثقافت عجمی ترکی اور عربی تہذیب کا مجموعہ بن گئی، اب اگر کوئی ان کو اسلام کی بے داغ ثقافت کی طرف لوٹانا چاہے تو یہ اس کو نہیں پسند کریں گے اور اس کو جمود و بنیاد پرستی کا الزام دیں گے اور وہابی کے لقب سے نوازیں گے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَالْأُمُورَ الْمُحْدَثَاتِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"[5]

فرماکر بدعت پر مہر لگادی، حدیث کا ترجمہ یہ ہے:

تو تم پر فرض ہے کہ میری اور ہدایت پانے والے خلفاء راشدین کی سنت کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو اور نئی نئی باتوں سے بچو بیشک ہر بدعت گمراہی ہے۔

ایک دن آپ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمارہے تھے!

"اما بعد! فان اصدق الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا، وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ"[6]

سب سے سچی بات خدا کی کتاب ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، بدترین بات دین میں نئی چیز پیدا کرنا ہے، ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے

مسلم شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے تو وہ رد اور ناقابل عمل ہے۔

صحابہ کرام کتاب و سنت ہی پر عمل کرنے کے حریص تھے،

باقی ص ۱۵ پر

ریاضتوں کے باوجود، غیبت، چغل خوری، دوسرے کی عیب جوئی، اپنے کو دوسروں سے برتر سمجھنا اور دوسروں کو حقیر و پست سمجھنا، ان باتوں کو بالکل خلاف سنت نہیں سمجھا جاتا، کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۴ گھنٹے کے ہر قسم کے معمولات سنت نہیں کہلاتے؟ آپ کے شب و روز اپنے پڑوسیوں کے ساتھ کیسے گذرتے تھے، آپ عہد و پیمان کا کیسا خیال رکھتے، اہل خانہ اور ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کا سلوک کیسا تھا، اولاد کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں آپ کی کیا ہدایات و تعلیمات ہیں، اپنے ماحول و گرد و پیش سے باخبر رہنے کی کیسی فکر رہتی تھی۔ لڑنے جھگڑنے والوں کے اختلاف کو حل کرنے کا کیا طریقہ اپناتے تھے اور اس کی کتنی فکر رکھتے دوسروں کو اس سلسلہ میں کیا ہدایات فرمائی ہیں، بندۂ مومن کے احترام و اکرام کی کیا کیا تاکیدیں فرمائی ہیں اور اس کی اہانت و بے حرمتی پر کیا کیا وعیدیں سنائی ہیں، ایک دوسرے سے حسد کرنے، باہم رنج و عداوت رکھنے، ایک دوسرے کی ٹوہ اور عیب تلاش کرنے میں لگے رہنے سے کس زور کے ساتھ منع فرمایا اور خود عمل کر کے دکھایا ہے ان سنتوں کی طرف دھیان نہیں جاتا۔ جیسے یہ خارج دین چیزیں ہیں، حالانکہ یہی وہ اصل چیزیں ہیں جو ماحول و معاشرہ کو خدائی رنگ میں رنگتی اور دین اسلام کو اس کی صحیح شکل میں پیش کرتی ہیں مسجدیں اور عرفی ذکر و عبادت میں بندہ اپنے رب سے عجز و نیاز کرتا ہے ماضی کی کوتاہیوں پر اظہار ندامت کرتا ہے اور مستقبل میں توفیق عمل مانگتا ہے عمل وہی نہیں جو مسجد تک محدود ہو بلکہ وہ زندگی کے ہنگاموں میں پیش آتا اور اسوۂ رسول اپنانے کا متقاضی ہوتا ہے اگر ہماری زندگی میں وہ سب ویسے ہی پایا جاتا ہے جیسا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور کر کے دکھایا ہے تو یہ اس بات کی دلیل اور ثبوت ہے کہ ہماری مسجد کی عبادت قبول ہوئی ذکر و تلاوت نے اپنا اثر دکھایا اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو فکر مند ہونا چاہئے کہ ہماری نماز میں کیا کھوٹ و کمی ہے؟ ایسا تو نہیں کہ ہماری نماز ایک جسمانی ورزش یا روٹین کا ایک کام بن کر رہ جاتی ہے جس میں نہ شوق عبدیت ہے نہ فکر مآل ہے بلکہ مزید دوری اور حجاب کا سبب بن رہی ہے۔ اسوۂ رسول میں ہم کو کیا نہیں ملتا مگر ہم نے صرف ظاہری عبادتوں پر قناعت کر کے باقی سنتوں کو طاق نسیان پر رکھ دیا ہے۔

اب مزید تفصیل میں جانے کے بجائے مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ کی ایک جامع ترین عبارت نقل کر دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے...... کہ اس سیرت نگار نبوی اور عاشق رسول کی تحریر میں جو تاثیر ہے وہ اس کوتاہ قلم میں کہاں سے پیدا ہو سکتی ہے۔

"ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، اگر دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر، اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درس گاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تنہائی و بیکسی کے عالم میں حق کے منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو، اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جد و جہد کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم و نسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبد اللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہؓ کے لاڈلے بچے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصرہ کے کارواں سالار کی مثالیں ڈھونڈھو، اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو، جو حجر اسود کو کعبہ کے گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے، مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو، جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے، اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا کے حال پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی ہو، اور کسی حال میں بھی ہو، تمہاری زندگی کے لئے نمونہ تمہاری سیرت کی درستگی و اصلاح کیلئے سامان تمہارے ظلمت خانہ کیلئے ہدایت کا چراغ، اور رہنمائی ... اللہ صلعم کی جامعیت کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے"۔[1]

ان سطور کے پڑھ جانے کے بعد اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر ہم ذرا غور کریں کہ ہم اسوۂ رسول پر کہاں تک عمل کر رہے ہیں تھوڑے سے ذکر و عبادت روزہ و نماز کی ادائیگی کے بعد اسوۂ رسول کے دوسرے پہلوؤں کی طرف سے ہم کتنے غافل رہتے ہیں اور پھر ذرا سوچیں کہ ہمارے ماحول و معاشرہ میں جو بگاڑ پایا جا رہا ہے کیا وہ اسوۂ رسول کی طرف سے غفلت و پہلو تہی کرنے ہی کے نتیجہ میں نہیں ہے اپنی طبیعت و خواہش کے خلاف ذرا سی بات کو نہ برداشت کر پانا اور معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے سے روٹھ جانا، افتراق و انتشار اور باہم کینہ و حسد کا شکار ہو جانا کیا یہ سب باتیں اسوۂ رسول سے کچھ بھی میل کھاتی ہیں ہم میلاد النبی کے اس مبارک موقع پر اپنا جائزہ لیں اور اپنے اندر تبدیلی لانے کی فکر کریں۔ یہ ہے ماہ ربیع الاول کی اصل قدر دانی اور اس کا تقاضا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

[1] خطبات مدراس ص ۹۶ و ۹۷۔

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س: بعض علاقوں میں غیر مسلموں کے مخصوص لباس ہوتے ہیں ان کا پہننا جائز ہے یا نہیں؟

ج: غیر مسلموں کے مخصوص لباس کا پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ"۔ جو کسی کی مشابہت اختیار کرے وہ انھیں میں سے ہے۔

س: اگر آئینہ میں نجاست لگ جائے تو کیا صرف پونچھ دینے سے آئینہ پاک ہو جائیگا؟

ج: ہاں! آئینہ یا اس قسم کی وہ چیزیں جنھیں مسامات نہیں ہوتے ہیں ان پر لگی ہوئی نجاست کا صرف پونچھ دینا کافی ہے، پاکی حاصل ہو جائے گی۔

س: اذان کا جواب دینا واجب ہے یا مستحب؟

ج: زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔

س: کچھ لوگ نماز میں اٹھتے بیٹھتے ہاتھوں کا سہارا لیتے ہیں کیا شرعاً یہ درست ہے۔

ج: نہیں! نماز میں ایسا کرنا مکروہ ہے حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ انسان نماز میں ہاتھوں کا سہارا لیتے ہوئے بیٹھے (احمد، ابوداؤد) لیکن بڑھاپے یا کسی بیماری کی وجہ سے ہاتھ کا سہارا لے سکتے ہیں۔

س: پرائیوٹ فنڈ پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

ج: نہیں! پرائیوٹ فنڈ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے کیونکہ زکوٰۃ مملوکہ رقم پر ہوتی ہے اور فنڈ کی رقم اپنی مملوک نہیں ہے۔

س: ایک شخص کا بینک میں پیسہ جمع تھا اسے اب نکالنا ہے تو وہ صرف اپنا پیسہ لے یا سود بھی لے سکتا ہے؟

ج: مذکور شخص اپنی رقم مع سود کے لے سکتا ہے اور پھر سود کی رقم غرباء اور مساکین کو بلا نیت ثواب دیدے۔

س: کیا تالاب کی مچھلیوں کو بیچ سکتے ہیں؟

ج: بیچ نہیں سکتے ہیں کیونکہ تالاب میں کتنی مچھلیاں ہیں یہ معلوم نہیں ہے اور شرعاً مجہول مبیع کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

س: ایک شخص مچھلی بیچتا ہے کیا وہ امامت کر سکتا ہے؟

ج: امامت کر سکتا ہے لیکن اگر اس کے کپڑوں میں بو آ رہی ہو تو امامت مکروہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے جماعت میں کمی کا اندیشہ ہے۔

س: رشوت کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے؟

ج: رشوت یہ ہے کہ آدمی کسی کام پر مقرر ہو اس کا معاوضہ حکومت سے یا کسی ادارہ یا شخص سے بطور تنخواہ پاتا ہو اور پھر بھی اسی کام کے کرنے کا معاوضہ کچھ اور لے، یہ حرام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي كِلَاهُمَا فِي النَّارِ" رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے۔

لکھنؤ کے معروف عطریات
شمامۃ العنبر، زعفرانی حنا
مجموعہ وغیرہ
طلب فرمائیں
کارخانہ محمد سلیمان، محمد یوسف
یوسف بلڈنگ ۱۰۰، اناڈان محل روڈ
لکھنؤ

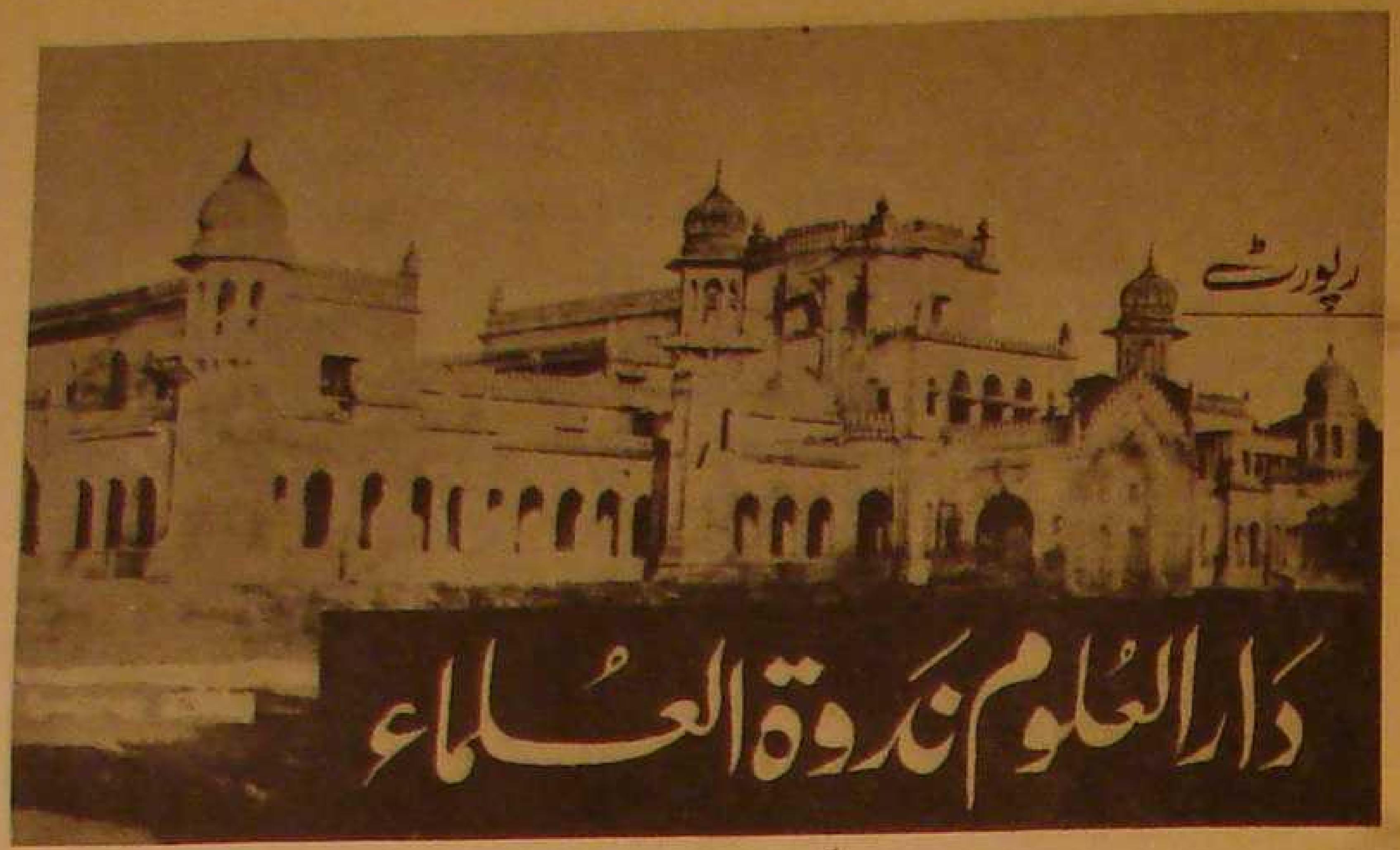

وسعت و ترقی، سعی و عمل، نصاب جدید کی تدوین اور اس کی مقبولیت، نئے تربیتی مراکز کے قیام اور نئے تعارفی و دعوتی لٹریچر کی تیاری، عالم عربی میں روح و فکر اسلامی کی اشاعت و حفاظت اور نئے فتنوں کے مقابلہ کی کامیاب جد و جہد کے میدان میں، محسنین و معاونین اور مخلص رفقائے کار کے تعارف و تذکرہ کے ساتھ

ابو الحسن علی ندوی

نوٹ:— یہ وہ رپورٹ ہے جس کو حضرت مولانا مدظلہ نے ندوۃ العلماء کے جلسۂ انتظامی منعقدہ ۱۲ صفر ۱۴۱۳ھ ۱۲ اگست ۱۹۹۲ء کو پیش فرمایا

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ و اصحابہ وسلم۔

حضرات ارکان مجلس انتظامی ندوۃ العلماء و حضرات سرپرستان و مخیران و معاونان تحریک و ادارہ، و رفقائے کرام!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ خاکسار راقم اپنے اور اپنے رفیق کار احباب و معاونین کارکنان ندوۃ العلماء اور اساتذۂ دار العلوم کی طرف آپ کا تہہ دل سے خیر مقدم کرتا ہے اور شکر گزار ہے کہ آپ نے اپنی بیش قیمت مصروفیتوں اور ذمہ داریوں سے یہاں تشریف لانے اور تحریک و ادارہ کے انتظامی مسائل اور مزید تعمیر و ترقی کے وسائل پر غور کرنے اور اپنے صائب مشوروں اور وسیع تجربات سے فائدہ پہنچانے کے لئے وقت نکالا اور زحمت سفر برداشت کی۔

کسی خاندان کے خواہ وہ نسبی اشتراک پر مبنی ہو یا ملی و دینی، تعلیمی و تربیتی مقصد کی وحدت اور اس کے لئے فکر و سعی نے اس میں وہ "قربت" پیدا کر دی ہو جو کسی "قرابت" سے اپنے حقوق و فرائض اور ذمہ داریوں میں کم نہ ہو، سرپرستوں، ذمہ داروں اور مخیران خاص کا یہ حق ہے کہ ان کو اس گھر اور خاندان کے وسعت و ترقی کے نئے واقعات، اس کی ضرورت کے ثبوت کے نئے شواہد، اور اس کی افادیت کے نئے امکانات اور میدانوں اور اس کے پیش نظر نئے عزائم و اقدامات سے مطلع کیا جائے، کہ یہ اس دینی و ملی تعلیمی و تربیتی اور اصلاحی و دعوتی خاندان اور مرکز کے سرپرستوں اور ذمہ داروں کا دینی، اخلاقی اور نفسیاتی حق ہے اور ان کو اس سے جو مسرت و طمانینت اور اس کے برعکس صورت حال سے جو تردد و کلفت ہو سکتی ہے وہ کلیۃً غیر متعلق اور دور افتادہ اشخاص کو نہیں ہو سکتی، اس لئے مجھے اجازت دی جائے کہ میں پہلے دار العلوم ندوۃ العلماء کی مکانی، عددی اور خارجی وسعت سے متعلق کچھ مثالیں اور اعداد و شمار پیش کروں، پھر اس کی معنوی، مقصدی، علمی و دعوتی ترقیات کا ذکر کروں، جو اس پہلے مرحلے سے کہیں زیادہ اہم اور قابل قدر ہی نہیں، قابل شکر ہیں۔

حضرات! جہاں تک دار العلوم کی طرف رجوع اور طلبہ کی تعداد کا تعلق ہے تقسیم ملک سے پہلے اور اس کے بعد کئی سال تک طلبہ کی تعداد بہت محدود رہی، مجھے بحیثیت طالب علم اور مدرس دار العلوم کے بھی یاد ہے کہ تقریباً ۱۹۴۷ء تک دو ۲۰۰ سو سے زائد تعداد نہیں ہوئی، اس وقت دار العلوم میں درجہ حفظ بھی نہیں تھا اور پرائمری سکشن بھی نہیں تھا، تقسیم کے بعد عام طور سے سمجھا جاتا تھا کا اندیشہ ہے کہ ان مدارس عربیہ میں خاک اڑنے لگے، اور وہ غیر آباد نہ ہو جائیں، لیکن تائید الٰہی اور مخلصین کے اخلاص، اساتذہ اور خادمین دار العلوم کی قربانی کی برکت سے جو نہایت قلیل تنخواہوں پر (جن کا تصور بھی اس وقت مشکل ہے) سالہا سال سے کام کر رہے تھے اس کے خلاف واقعہ پیش آیا، طلبہ کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا رہا، اور بیرونی ممالک کے طلبہ بھی معتد بہ تعداد میں آتے رہے جن میں بعض عرب ممالک بھی شامل ہیں یہ بھی اس حالت میں کہ وسائل کی کمی اور ان کے طویل قیام کی قانونی دشواریوں کی وجہ سے اکثر ان کے قبول کرنے سے معذرت کی جاتی ہے اب آپ کو سن کر مسرت ہوگی کہ اس وقت دار العلوم میں زیر تعلیم طلبہ کی مجموعی تعداد دو ہزار اٹھتر (۲۰۷۸) ہے، طلبہ کی اقامت گاہوں میں مقیم طلبہ کی تعداد سترہ سو (۱۷۰۰) ہے، طلبائے دار العلوم میں انڈونیشیا، ملیشیا، سری لنکا، تھائی لینڈ (سیام)، اور جنوبی افریقہ کے طلبا کی معقول تعداد ہے، الجزائر اور ترکی کے بھی ایک ایک طالب علم ہیں، شمالی مغربی افریقہ کے عرب ممالک اور مصر و خلیج سے بھی شائقین تعلیم کی درخواستیں آتی رہتی ہیں، لیکن اکثر معذرت کی جاتی ہے کہ ان کے طویل قیام میں متعدد قانونی دقتیں پیش آتی ہیں۔

ادھر چند سال سے ندوۃ العلماء سے مدارس کے الحاق، اس کے نصاب و نظام کے مطابق تعلیم اور اس کی سرپرستی و نگرانی کے حصول کی پیش کش ہی نہیں، اس کے لئے اصرار اور سعی و کوشش بڑھتی جا رہی ہے جس سے بیشتر اوقات انتظامی دقتوں اور ذمہ داری کے احساس کی بنا پر معذرت کی جاتی ہے، لیکن اس معذرت کے باوجود جن مدارس کا ندوۃ العلماء سے الحاق ہو گیا ہے اور وہ ندوۃ العلماء کی شاخ کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں، اس کا نصاب پڑھاتے ہیں، اور وہاں کے طلبہ اپنی تعلیم ختم کرنے کے بعد دار العلوم میں تعلیم کی تکمیل کے لئے آتے ہیں اور وہاں کے آخری درجوں کا امتحان دار العلوم کے اساتذہ کی نگرانی میں ہوتا ہے، ان کی تعداد اس وقت اٹھتر (۷۸) ہے، جن میں زیر تعلیم طلبہ اور طالبات کی مجموعی تعداد تیرہ ہزار دو سو اٹھتر (۱۳۲۷۸) ہے، وہاں کے اساتذہ اور عملہ کی مجموعی تعداد سات سو اٹھارہ (۷۱۸) ہے۔

ان ملحقہ مدارس اور ندوۃ العلماء کی شاخوں میں حسب ذیل تعلیمی مرکز نمایاں اور خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اور وہ خود اپنی جگہ پر ایک مرکزی دار العلوم کی حیثیت رکھتے ہیں، یہ اہم و مرکزی مدارس حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جامعہ اسلامیہ بھٹکل (کرناٹک)۔
۲۔ مدرسہ کاشف العلوم اورنگ آباد۔
۳۔ دار العلوم تاج المساجد بھوپال۔
۴۔ مدرسہ فلاح المسلمین امین نگر رائے بریلی۔
۵۔ مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی۔
۶۔ مدرسہ نور الاسلام بھلیا پور، نیپال۔
۷۔ مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ۔
۸۔ مدرسہ سید احمد شہیدؒ کٹولی، ملیح آباد۔

ان کے علاوہ شہر لکھنؤ میں جو ماتحت مکاتب کام کر رہے ہیں ان کی تعداد پندرہ ہے جن میں اساتذہ کی تعداد ۳۹ از دار العلوم + ۱۶ از کیمٹی مقامی کل ۵۵ ہے، شہر کے ان مکاتب میں طلبا اور طالبات کی تعداد ۱۹۰۳ ہے۔

خود دار العلوم کے شعبۂ حفظ میں اس وقت ۲۲۵ طالب علم حفظ و تجوید قرآن کے قابل احترام کام میں مشغول ہیں۔

غیر مستطیع طلبہ پر وظائف و زکوٰۃ کا صرف سال ۱۴۱۲ھ میں ۱۵۹،۰۸۵ رہا، اس رقم میں فیس خوراک کے علاوہ نقد وظیفہ اور دیگر اعانات بھی شامل ہیں۔

ندوۃ العلماء کے جملہ مصارف بابت سال ۱۴۱۲ھ ایک کروڑ چھبیس لاکھ تیس ہزار پانچ سو بہتر روپے رہے، آئندہ سال ۱۴۱۳ھ میں ان مصارف کا تخمینہ ایک کروڑ اکسٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار روپے ہیں۔

اب کچھ ان پیش قدمیوں، حوصلہ مندیوں اور زیادہ صحیح الفاظ میں توفیق و اعانتِ الٰہی کی ان کارفرمائیوں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے جو ندوۃ العلماء کے قیام کے عزائم و مقاصد اور اس کی قائم کی ہوئی تجربہ گاہ اور مرکزی میدان عمل کی ضرورت و افادیت کا زیادہ ثبوت پیش کرتی ہیں اور اس کے مخلص بانی اور ان کے رفقائے کار و معاونین کے اخلاص، بصیرت اور دوربینی کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔

مدارس عربیہ اور علماء و فضلائے مدارس کے حلقے سے واقفیت اور شناسائی رکھنے والے اشخاص کو اس کا علم ہے کہ عرصۂ دراز سے ہندوستان میں عربی زبان سے واقفیت، اس کے حصول، اور اس کے لئے محنت اور کاوش کرنے کا مقصد اور فائدہ صرف اتنا سمجھا جاتا رہا ہے کہ اس سے ان درسی کتابوں کے سمجھنے اور پڑھنے پڑھانے کی استعداد اور صلاحیت پیدا ہو جائے گی جو عربی میں لکھی گئی ہیں اور وہ صرف و نحو کی اعلیٰ کتابوں، معانی و بیان اور منطق و فلسفہ سے لے کر فقہ، اصول فقہ اور حدیث و تفسیر تک محیط ہیں، یا فقہ و حدیث و علم کلام کے کسی موضوع پر کوئی عربی رسالہ یا مختصر تصنیف قلم بند کی جائے گی اس کے علاوہ اس زبان میں اظہار خیال و جذبات کی تقریری و تحریری طور پر آزادانہ صلاحیت کی ضرورت نہیں تھی۔ باقی اس زبان کے ذریعہ دعوت و تبلیغ کا فرض انجام دینا اور کسی ایسے نوزائیدہ فتنہ و ضلالت یا گمراہ کن تحریک و دعوت کے مقابلہ اور استیصال کی کوشش کا تو تخیل بھی ذہن میں نہیں آتا تھا جس کا تعلق ممالک عربیہ یا اقوام عرب سے ہو۔

اور یہ بات کسی تنگ نظری یا پست ہمتی پر مبنی نہیں تھی بلکہ مقام و ماحول، سعی و عمل کے امکانات و مواقع، اور ہندوستان سے باہر کی دنیا سے تعلقات اور اس کے وسائل سے واقفیت کا نتیجہ تھی، ہندوستان کے اہل دین و اہل علم کا، بلکہ ممتاز فضلاء اور دانشوروں کا عربی زبان بولنے والوں اور ممالک عربیہ سے ربط و تعلق، حج و زیارت، یا کسی عرب ملک کے (تاریخی و دینی مقامات کی زیارت کے شوق میں) مختصر سفر تک محدود تھا، نہ ہندوستان اور ان ممالک میں علمی و تحقیقی وفود کے تبادلہ، الندوات العلمیۃ (علمی مجالس و سیمینار) المؤتمرات الدینیۃ العالمیۃ (کسی اسلامی مقصد کے لئے مشترک بین الاقوامی کانفرنسیں) وجود میں آئی تھیں نہ المجامع العلمیۃ (علمی و ادبی اکیڈمیاں) قائم ہوئی تھیں، نہ عرب ملکوں میں الجامعات الاسلامیۃ (اسلامی یونیورسٹیوں) کی بنیاد پڑی تھی، نہ ترقی یافتہ

اور کثیر الاشاعت اور رائے عامہ پر اثر ڈالنے والے عربی اخبارات و رسائل کا رواج ہوا تھا اور وہ ہندوستان بھی پہنچتے تھے، اس لئے ان سے استفادہ یا ان کو صحیح معلومات فراہم کرنے اور ان کے مضر اثرات کے سدباب کی کوشش کی ضرورت کا نہ احساس ہوتا تھا اور نہ ان کے مقابلے کے لئے کسی ایسی اشاعتی و صحافتی اقدام یا سرگرمی کی ضرورت محسوس ہوتی تھی جو ان کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ یا ان سے پھیلنے والے زہر کا تریاق فراہم کر سکے۔

دوسری طرف ممالک عربیہ و اقوام عرب میں (جن کے ذریعہ دنیا کو اور اہل عجم کو ہدایت و ایمان کی بے بہا دولت اور اسلام کا ابدی پیغام ملا) کوئی گمراہ کن لادینی فلسفہ، سحر انگیز لادینی تحریک، اسلام کے (جس کا پہلا اور دائمی مرکز خود جزیرۃ العرب اور اس کے مجاور ممالک ہیں) متوازی کوئی فکری دعوت اور سیاسی نظام پیدا نہیں ہوا تھا، جس کے پیش نظر ہندوستان میں (جو تقدیر الٰہی سے گیارہویں صدی ہجری سے تجدید و اصلاح، دعوت الی اللہ اور ملحدانہ اور لادینی تحریکوں اور سازشوں کے مقابلہ اور استیصال کا مرکز رہا ہے اور اس زمانہ میں بھی جس کی ہم بات کر رہے ہیں وہ دینی حمیت و غیرت، تبلیغ و دعوت، دین و شریعت سے محبت اور عشق رسول کا مرکز تھا) ادائے شکر اور احسان شناسی کے جذبہ اور دین کی حمایت و دفاع کے فریضہ کے احساس سے خود عربی زبان میں تحریراً و تقریراً اس کے ازالہ اور مقابلہ کا جذبہ پیدا ہو۔

ان حالات و حقائق کے پیش نظر اور عربی زبان میں مہارت پیدا کرنے کے دواعی اور محرکات کی غیر موجودگی میں، اس برصغیر ہند (ہندوستان اور موجودہ پاکستان کے مجموعہ) میں عربی زبان سے واقفیت اور مہارت کا دائرہ اس میں محدود تھا کہ درسیات و دینیات کی کتابیں سہولت سے سمجھ میں آجائیں ان کے درس و تدریس بلکہ شرح و تحشیہ پر بھی قدرت ہو اگر عربی میں کوئی استفتاء آئے تو عربی ہی میں مختصراً چند سطروں میں اس کا جواب لکھ دیا جائے، اگر کسی عربی تصنیف پر تقریظ یا تبصرہ لکھنا ہو تو حریری کی مسجع زبان میں (جو ہمارے نصاب درس میں اعلیٰ عربی نثر کا واحد نمونہ تھا) کوئی مختصر اور مفصل تحریر لکھ دی جائے، یا کسی عرب فاضل کا ہندوستان میں ورود ہو یا یہاں کے کسی عالم کا حجاز مقدس جانا ہو تو عربی میں بقدر ضرورت گفتگو یا افہام و تفہیم کا کام

کر لیا جائے۔

لیکن اچانک جنگ عظیم اول کے خاتمہ اور عرب ممالک کی آزادی کے بعد ممالک عربیہ میں ایک نئی ادبی، لسانی، سیاسی، صحافتی اور دعوتی زندگی پیدا ہوئی ایک طرف "القومیۃ العربیۃ" اور "البعث العربی" کی اسلام کے متوازی تحریکیں نمودار ہوئیں جن کے اصل بانی اور روح رواں عیسائی و مغربی دانشور تھے، جنھوں نے عربوں میں کھلے ہوئے دینی ارتداد کے پھیلنے یا مسیحیت کو قبول کرنے کے امکانات کو بعید از قیاس سمجھ کر عربوں کو اپنی جاہلیت اولیٰ کی طرف واپس جانے اور دینی امتیاز (اسلام و مسیحیت اور اسلام و یہودیت کے فرق) کو نظر انداز کر کے جو ظہور اسلام کے بعد پیدا ہوا "الیسی" امت واحدہ" بننے کی تلقین شروع کی جس میں دینی تفریق و امتیاز حائل نہ ہو، افسوس و ندامت کا مقام ہے کہ خود مشرق وسطیٰ میں مسلمان اہل قلم میں اس کے علمبردار اور پرجوش محرک و داعی پیدا ہو گئے۔

اس کا تقاضا تھا کہ ہندوستان کے کم سے کم مدارس عربیہ و دینیہ کے فضلاء جنھوں نے براہ راست کتاب و سنت، سیرت نبوی اور خیر القرون کی تاریخ سے اسلام کو سمجھا اور جذب کیا ہے اور صحیح العقیدہ اور باحمیت اساتذہ کے زیر سایہ تعلیم حاصل کی ہے اور اپنے ملک کی اہل یقین اور اہل قلوب شخصیتوں کی بھی صحبت پائی ہے وہ اس فتنہ کے مقابلہ اور اس افق کو اس کے خطرناک اثرات سے بچانے کی کوشش کریں جس سے اسلام کا آفتاب طلوع ہوا اور ساری دنیا میں اس کی روشنی پھیلی اس کے لئے وہ تقریراً و تحریراً اظہار خیال پر قدرت، عربی زبان پر عبور، اس میں طلاقت لسانی اور قلم کی روانی پیدا کریں اور ضرورت ہو تو کتب و رسائل اور صحف و مجلات کے ذریعہ بھی اس زہر کا تریاق پیش کریں کہ یہ اس احسان عظیم اور نعمت عظمیٰ کا ادنیٰ شکر اور حق ہے جو ان کو اسلام کی شکل میں اندیار عجم میں ملی، اور عجمی نژاد ہونے کے باوجود عربی زبان میں مہارت پیدا کرنے کے غیبی اسباب فراہم ہوئے۔

اس مقصد کی تکمیل کے لئے سب سے پہلی ضرورت عربی زبان و ادب کے نصاب کی تبدیلی اور اس کو اس قابل بنانا تھا کہ اس سے اظہار خیال پر تقریراً و تحریراً اہل زبان کی سی قدرت یا کم سے کم اہل زبان کو بڑی حد تک متاثر و مطمئن کرنے کی صلاحیت پیدا ہو، اسی لئے اسلوب سے بھی واقفیت ہو جس میں جذب و تاثیر کی صلاحیت ہے اور مخاطبین اسی سے مانوس ہیں، اور جس کی

بنا بر اللہ تعالیٰ کی غنی ذات نے بھی اپنے آسمانی صحیفے ان امتوں کی مانوس اور پسندیدہ زبان میں نازل فرمائے جن کی تبلیغ و ہدایت مقصود تھی۔

ارشاد ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

(ہم نے اتارا ہے اس کو قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھ لو) اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ

(یہ قرآن ہے اتارا ہوا پروردگار عالم کا، لے کر اترا اس کو معتبر فرشتہ، تمہارے دل پر کہ تم ہو ڈر سنا دینے والے، کھلی عربی زبان میں)۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا ایسا قدرتی سامان مہیا فرمایا جس کو محض اتفاق پر محمول نہیں کیا جا سکتا دار العلوم کی مجلس انتظامی اور نصاب کمیٹی نے پہلے بھی کسی حد تک اس کی رعایت کی تھی اور دار العلوم کے زبان و ادب کے نصاب میں مقامات حریری کے علاوہ نثر کی کچھ اور کتابیں بھی رکھی تھیں، لیکن ہر کام کا وقت مقرر ہوتا ہے، اصلاح و ترقی نصاب کا یہ کام درحقیقت ندوۃ العلماء کے چھٹے ناظم مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبد العلی صاحبؒ کی نظامت اور علامہ سید سلیمان ندویؒ معتمد دار العلوم کی سرپرستی میں اور آپ کی تائید و ہمت افزائی سے شروع ہوا، اور چند سال میں کم سے کم عربی زبان و ادب کا ایسا نصاب تیار ہو گیا جس کی نظیر (بلا کسی خودستائی یا مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ) خود ممالک عربیہ میں بھی کم ملے گی، یا بالکل نہ ملے گی، اس سے دار العلوم ندوۃ العلماء نہ صرف اپنے نصاب میں خود کفیل بن گیا، بلکہ کئی عرب ممالک کے ماہرین تعلیم، واضعین نصاب اور ادیبوں اور دانشوروں نے اپنے ممالک کے لئے بھی اس کو قابل ترجیح اور مستحق قبول سمجھا۔

راقم اس موقع پر معذرت اور احساس ندامت کے ساتھ (حاجۃً و اضطراراً) اس نصاب کی دو کتابوں کے متعلق چوٹی کے دو عرب ادیبوں، نقادوں اور ماہرین تعلیم کا اعتراف و شہادت پیش کرتا ہے، ایک "قصص النبیین للاطفال" کے بارہ میں جو پانچ حصوں میں ہے، شہرۂ آفاق اہل قلم، مفکر و مجاہد سید قطب کی شہادت دوسرے "مختارات من أدب العرب" کے بارہ میں ممتاز ادیب، مؤرخ و نقاد اور صاحب قلم استاد علی طنطاوی کی۔

پہلی کتاب "قصص النبیین للاطفال" کے متعلق سید قطب شہیدؒ لکھتے ہیں: —

"میں نے بچوں کے لئے لکھی ہوئی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں جن میں انبیاء علیہم الصلاۃ و السلام کے قصص و حکایات بھی ہیں، خود میں "القصص الدینی للاطفال" کے اس سلسلہ کی ترتیب و تصنیف میں مصر میں شریک رہا ہوں جو قرآن کریم سے ماخوذ تھے، لیکن میں بغیر کسی تملق و مبالغہ کے گواہی دیتا ہوں کہ قصص النبیین للاطفال کے مصنف کا کام (جو حضرت موسیٰ کے قصہ کی شکل میں اس وقت میرے سامنے ہے) ان میں سب سے زیادہ مکمل شکل میں سامنے آیا، اس وجہ سے کہ اس میں وہ ماہرانہ اور لطیف رہنمائیاں اور پیش کردہ واقعات سے پردہ اٹھانے والی وہ تشریحات و اشارات ہیں، اور ان سے وہ نتائج نکالے گئے ہیں جن سے بہت اہم ایمانی حقائق منکشف ہوتے ہیں، اور وہ چھوٹی عمر اور بڑی عمر تک کے طلبہ کے دلوں میں جاگزیں ہو جاتے ہیں"۔

یہاں پر یہ لکھنا بے جا نہ ہوگا کہ فاضل جلیل مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی مرحوم اس سلسلۂ حکایات کو "بچوں کا کلام" کہتے تھے۔

دوسرا تبصرہ مجموعہ مختارات من أدب العرب کے بارہ میں عہد حاضر کے بلند مرتبہ اور صاحب اسلوب ادیب و انشاپرداز استاد علی الطنطاوی کا ہے جو بغداد و دمشق کی یونیورسٹیوں میں ادب کے پروفیسر اور آخر میں شام کی عدالت عالیہ (محکمۃ التمییز) کے ایک جج تھے اور کئی درجن کتابوں کے مصنف ہیں، لکھتے ہیں: —

"کچھ عرصہ ہوا کہ ہم شام کے چند ماہران تعلیم اور اساتذہ اس لئے جمع ہوئے کہ شام کے ثانویات شرعیہ (متوسط سکنڈری دینی سرکاری مدارس) کے لئے ادب عربی کے منتخبات کا کوئی مجموعہ تجویز کریں، ہم سب ممبروں نے اس کے لئے کچھ وقت مانگا تاکہ وہ اس کے لئے کسی موزوں کتاب کا انتخاب کر سکیں اور یہ سب طبقۂ ادبا ہی سے تعلق رکھتے تھے، ہم سب نے موزوں کتاب کی تلاش جاری رکھی، پھر ہم سب واپس آئے اور ہم سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ (ندوۃ العلماء کی پیش کردہ کتاب) "مختارات من أدب العرب" سب سے بہتر اور موزوں ہے، اور وہ عربی زبان و ادب کے مختلف نمونوں کا سب سے بہتر مجموعہ ہے"۔

اس کے ساتھ اس کا اضافہ کیا جاتا ہے (اور وہ عربوں کی وسیع القلبی و وسیع النظری کی بھی ایک دلیل ہے) کہ عربی ادب کے ایک ممتاز ترین استاد و نقاد مرحوم ڈاکٹر عبد الرحمن رافت الباشا مرحوم صدر شعبۂ ادب ریاض یونیورسٹی نے اس کا زبانی بھی اعتراف کیا اور

اپنی تازہ قیمتی کتاب "نحو مذہب اسلامی فی الادب والنقد" میں بھی انھوں نے حسب ذیل الفاظ میں اس کا تحریری طور پر بھی اظہار کیا ہے وہ لکھتے ہیں: —

"ادب عربی میں اسلامی طرز فکر کو قائم کرنے اور عربی ادب کے ذخیرہ اور وسیع کتب خانہ میں اس کے نمونے اور شاہکار تلاش کرنے کی دعوت سب سے پہلے ہم نے نہیں دی، اس میں اولیت و سبقت "مختارات" کے مصنف کو حاصل ہے جن کا دمشق کے وقیع رسالہ "المجمع العلمی والعربی" دمشق میں (١٩٥٦ء) میں اس کا رکن منتخب ہونے پر اس موضوع پر مقالہ شائع ہوا، وہ اس کے اولین داعی اور حقیقت کی طرف متنبہ کرنے والے تھے، ان کے بعد سید قطب شہیدؒ کا نمبر آتا ہے جنھوں نے اس موضوع پر مقالہ لکھا"۔

یہ چند شہادتیں اور اعترافات اس بات کے ثبوت میں پیش کئے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ندوۃ العلماء کے خادموں اور اس کے دار العلوم کے اساتذہ کو یہ توفیق دی کہ وہ اس راہ میں جو کسی عجمی ملک میں بہت دشوار اور نازک تھی، عملی قدم اٹھائیں اور عربی زبان و ادب کا ایک ایسا نصاب تیار کر دیں جو عالم عربی کے اہل نظر و اختصاص اور ماہرین تعلیم کے نزدیک بھی نہ صرف وقیع بلکہ قابل تقلید ہو، اس کا نتیجہ ہے کہ یہاں کے فضلاء کی تصنیف کی ہوئی کتابیں وہاں کی جامعات و کلیات اور مدارس ابتدائیہ میں داخل ہیں اور انھوں نے (راقم کو معاف کیا جائے) ہمارے ملک کے عربی مدارس و جامعات سے زیادہ وسیع القلبی وسیع النظری کا ثبوت دیا، والشیء من معدنہ لا یستغرب۔

ایک تاریخی حقیقت کے طور پر اس کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اس تبدیلی و ترقی میں عربی زبان و ادب کے کامیاب ترین معلم، عربی، یمانی خصوصیات کے حامل شیخ خلیل ابن محمد عرب یمنی بھوپالی کا بالواسطہ اور عربی زبان و ادب کے محقق اور اس میں سند و حجت کا درجہ رکھنے والے علامہ شیخ تقی الدین الہلالی المراکشی کا بلاواسطہ فیض و اثر، علامہ سید سلیمان ندویؒ معتمد تعلیم دار العلوم کی قدردانی اور سرپرستی اور مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبد العلی صاحبؒ ناظم ندوۃ العلماء کی تائید و اعانت کا بڑا حصہ ہے۔

انھیں حضرات کی قدر افزائی اور اعانت کا یہ اثر تھا کہ محرم ١٣٥٠ھ (مئی ١٩٣٢ء) سے دار العلوم ندوۃ العلماء سے اس کے قابل فخر فرزند مولانا مسعود عالم صاحب ندوی کی ادارت میں "الضیاء" نامی عربی کا رسالہ

نکلا جس کی صحت زبان اور کامیاب عربی معیار کی تعریف فضلائے عرب اور بعض مسیحی مدیران رسائل نے بھی دل کھول کر کی، اور لکھا کہ یہ ہمارے متعدد عربی رسائل سے زیادہ فصیح اور صحیح زبان کا نمونہ پیش کرتا ہے۔

اور اسی نصاب، ادبی ماحول اور بعض ممالک عربیہ کے سفر و قیام کا اور سب سے بڑھ کر توفیق الٰہی اور حمیت دینی کا فیض تھا کہ یہاں کے منتسبین نے اس جرأت و آزادی کے ساتھ اور اس روانی و طلاقت لسانی کے ساتھ عربوں کو خطاب کیا اور ان انحرافات اور بعض تحریکوں اور دعوتوں کے خطرات سے آگاہ کیا جو تعلیم یافتہ طبقہ اور مسلمان معاشرہ اور ماحول پر اثر انداز ہو رہی تھیں، اور بعض عرب فضلاء و قائدین نے اس کا برملا اظہار کیا کہ اس جرأت و وضاحت کے ساتھ کسی نے ابھی تک عرب ممالک اور ان کے بعض گمراہ کن قائدین اور تحریکوں کا احتساب نہیں کیا تھا، اسی طرح ممالک عربیہ میں وسائل و دولت کی فراوانی اور دعوت و اصلاح کی کسی طاقتور تحریک کے نہ ہونے سے جو ایک مسرفانہ بلکہ "مترفانہ" فضا پیدا ہو رہی ہے اور زندگی کا ایک ایسا نمونہ سامنے آ رہا ہے — جو کسی طرح ان اولین داعیان اسلام اور پیشوایان انسانیت کے شایان شان نہیں ہے، اس کے خلاف بھی پوری صفائی اور جرأت کے ساتھ اظہار خیال اور کتابت و تحریر سے کام لیا گیا۔

الحمد للہ کہ اب رسالہ "البعث الاسلامی" (ماہوار) اور پندرہ روزہ "الرائد" کے ذریعہ تنبیہ و اعلام اور نقد و احتساب کا کام جاری ہے، اور یہ دونوں رسالے عالم عربی میں بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، اور اعتراف و تعریف کے بڑے مؤثر خطوط آتے ہیں اور ان کے مضامین نقل کئے جاتے ہیں، دوسری طرف اردو میں پندرہ روزہ "تعمیر حیات" یہ دعوتی و اصلاحی کام انجام دے رہا ہے اور ہندوستان کے دینی حلقوں میں مقبول ہے۔

ان مساعی اور تالیفی و خطابی جرأتوں کا جو صحیح اسلامی فکر کی عالم عربی میں ترویج و اشاعت کے لئے کی گئیں، نتیجہ ہے کہ مئی ١٩٨٣ء میں حجاز مقدس میں وہاں کی جامعات کے چند ممتاز اساتذہ کا ایک وفد راقم الحروف سے مکہ معظمہ میں ملا اور انھوں نے رابطۂ ادب اسلامی کے قیام اور اس کو بین الاقوامی تنظیم کا درجہ دینے اور اس کی ذمہ داری قبول کرنے کے موضوع پر گفتگو کی اور آئندہ سال اس کے لکھنؤ میں منعقد ہونے اور اس

کا صدر دفتر ندوۃ العلماء میں قائم کرنے کی تجویز پیش کی اور یہ کہ عزیزی مولوی محمد رابع ندوی عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ اس کے جنرل سکریٹری ہوں، ان کے اصرار سے یہ بات قبول کی گئی اور ٧، ٨، ٩ / جنوری ١٩٨٦ء کو دار العلوم ندوۃ العلماء میں رابطۂ ادب اسلامی کی پہلی شاندار کانفرنس منعقد ہوئی جس میں عالم عربی کے متعدد معروف و مقبول ادباء، جامعات کے اساتذہ، ادیب و نقاد اور شاعر شریک ہوئے اس کے بعد اس کے دو جلسے (ہندوستان کے مختلف مقامات کے علاوہ) استنبول (ترکی) میں بڑے اہتمام سے منعقد ہوئے اور وہاں ان کا اسلامی، ادبی حلقہ میں بڑا استقبال کیا گیا، اور پہلی مرتبہ سرکاری ابلاغ عامہ ذرائع (ریڈیو، ٹی وی) نے ان کی رسید دی اور کارروائی نشر کی۔

اس طرح ندوۃ العلماء کے قیام سے نئی تعلیم یافتہ اسلامی نسل کی ذہنی تربیت و تشکیل اور عصر حاضر کے نئے فتنوں سے بچانے اور ان کے خطرات سے آگاہ کرنے کا (خاص طور پر فکری بنیاد پر) جو کام ندوۃ العلماء کے پیش نظر تھا اس نے حسب توفیق الٰہی... اس کو انجام دینے کی کوشش کی..... ہے اور اس کے بقاء و ترقی اور کارکنوں کی استقامت، اخلاص کے لئے آپ کی دعاؤں اور ہمت افزائی کی ضرورت ہے ع

عزیز بود حکایت دراز تر گفتم

اب آخر میں آپ کا مزید تھوڑا سا وقت لیتے ہوئے ان تین مجلسوں یا اداروں کا مختصر تعارف کرانے کی اجازت چاہتا ہوں جو دار العلوم ندوۃ العلماء کے وسیع احاطہ میں قائم ہیں، اور وہ نہ صرف دار العلوم میں زیر تعلیم طلبہ کو فکری و علمی غذا، مطالعہ و معلومات میں وسعت و اضافہ اور دار العلوم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے اپنے مقامات پر بلکہ عالم اسلام کے جس حصہ میں بھی ان کا قیام یا سفر ہو، ان پیش آمدہ مسائل و مشکلات اور تحدیات (چیلنجوں) کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرتے ہیں، جو گویا ان کے منتظر ہیں۔

اس کے علاوہ (اور اس سے کہیں بڑھ کر) اس تعلیم یافتہ (و نیم تعلیم یافتہ) ذہین طبقہ کو جس کے لئے کم سے کم ذہنی "انحراف" کا لفظ ضرور استعمال کیا جا سکتا ہے) صالح اسلامی مطالعاتی غذا فراہم کرتے ہیں اور آپ سب واقف ہیں کہ یہی طبقہ اپنے امتیاز اور استحقاق کی بنا پر یا بدقسمتی سے ہماری غفلت سے بلا استحقاق ضامن اور ترقی پذیر اسلامی ممالک کے نظام تعلیم، سیاست، دستور سازی، ادب و صحافت اور فکری رہنمائی پر حاوی

اور غالب ہے، اس لئے اس کو کسی حال میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور ایک ایسے دینی، علمی و فکری مرکز تعلیم وتربیت کا کم سے کم ضمنی فریضہ ہے کہ وہ اس طبقہ کو اسلام، اس کی تاریخ و تعلیمات اور اس کے فیوض وعطیات سے اور اس سب سے بڑھ کر اس کی ضرورت سے نہ صرف واقف بلکہ اس کا قائل اور داعی بنائے۔

اس ضرورت اور حقیقت سے واقفیت نے ندوۃ العلماء کے بعض ذمہ داروں اور دار العلوم کے ان کارکنوں کو جو اپنے خاص حالات اور تقدیری انتظامات کی بنا پر ممالک اسلامیہ و عربیہ کے متعدد سفر اور وہاں طویل قیام کر چکے تھے، انگریزی سے بھی ضروری واقفیت رکھتے تھے، اور ان کو ان علمی تجربات اور عینی مشاہدات کی بنا پر اس طبقہ کی نفسیات کا اور اسلام کے بارہ میں اس کی ناواقفیت، ناقص مطالعہ اور مستشرقین وملاحدہ کے پیدا کئے ہوئے لٹریچر سے تاثر کا تجربہ تھا، دار العلوم کے احاطہ میں اور ندوۃ العلماء کے زیر سرپرستی ایک مجلس علمی یا اکیڈمی قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا اور توفیق الٰہی سے ۱۹۵۹ء میں دار العلوم ہی کے احاطہ میں ایک قلیل سرمایہ سے جس کی بنیاد پر کسی اکیڈمی دار التصنیف والاشاعت کے قیام کا تصور بھی مشکل تھا "مجلس تحقیقات ونشریات اسلام" کے نام سے ایک مجلس کا قیام عمل میں آیا کیا اس مجلس نے اہم علمی کتابوں کو تیار کرانا اور شائع کرانا شروع کیا، اردو سے انگریزی ترجمہ کا کام ابتداء میں انگریزی کے ممتاز مترجم اور انشا پرداز ڈاکٹر محمد آصف صاحب قدوائی مرحوم نے انجام دیا، پھر سید غلام محی الدین صاحب نے اس میں مدد کی، تقریباً ۳۲-۳۳ سال کی مدت میں ڈھائی سو سے زائد کتابیں اس ادارہ سے شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں، ان میں سے متعدد کتابوں کے متعدد ایڈیشن نکلے اور ان میں سے کئی کتابوں کے ترجمے انگریزی، فرانسیسی، عربی، فارسی، ترکی، انڈونیشی، فلی پائنی، بنگالی اور ہندی زبانوں میں شائع ہوئے، ان کتابوں نے تعلیم یافتہ طبقہ سے (اندرون وبیرون ملک میں) خراج تحسین حاصل کیا اور اس نے اپنے گہرے تاثر اور بعض اوقات ذہنی انقلاب کا اعتراف واظہار کیا، کتابوں کے موضوعات، تفسیر وحدیث، اسلامی زندگی گزارنے کے آداب واحکام، دستور حیات اسلامی، نبوت وانبیاء کی ضرورت اور ان کا امتیاز ومقام، اسلامی اور غیر اسلامی نظریات کا تقابل، فکر اسلامی اور فکر مغربی کی مسلم ممالک میں کشمکش کی تاریخ اور اس کے اسباب ونتائج، مسلم وغیر مسلم ممالک کے دعوتی سفرنامے، دعوتی تقریریں اور اسی طرح کے متعدد موضوعات ہیں، انگریزی میں ادارہ کا نام ACADEMY OF ISLAMIC RESEARCH AND PUBLICATION ہے اور عربی میں "المجمع الاسلامی العلمی" ہے، ادارہ کو چلانے اور اس کے مسائل پر غور وفیصلہ کرنے کے لئے ایک کمیٹی ہے جس کے ارکان ملک کے متعدد اسلامی الفکر اہل علم ومصنفین ہیں اس سلسلہ میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ اس کے ارکان سے خاص طور پر ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب اس ادارہ کی تقویت وترقی میں نمایاں حصہ رہا اور ادارہ کے کارکنان کو ان سے بڑی مدد ملتی رہی۔

یہ ادارہ فی الحال دار العلوم ندوۃ العلماء کے احاطہ میں قائم ہے اور اس نے اپنے صرف سے ایک موزوں وخوبصورت عمارت بھی تعمیر کرائی ہے اور ندوۃ العلماء کا اس کو اور ندوۃ العلماء کو اس کا تعاون حاصل ہے، وہ ممالک عربیہ اور متعدد غیر اسلامی ممالک میں ندوۃ العلماء اور اس کے دار العلوم کے لئے ایک مؤثر تعارف کا ذریعہ اور اس کی ضرورت وافادیت کا ثبوت فراہم کرتی ہے، جس سے خود ندوۃ العلماء کو وہ فائدہ پہنچتا ہے جو محض اس کی اعانت کی اپیلوں اور تصدیقی وسفارشی خطوط ومضامین سے نہیں پہنچ سکتا۔

دوسرا ادارہ جو خود دار العلوم کا ایک شعبہ اور اس کے تحت تعلیم وتربیت کا ایک مرکز ہے وہ "المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی" کا شعبہ ہے جس کے تحت دار العلوم کے فضلاء میں وسیع تر مطالعہ، فکر ونظر کی گہرائی وگیرائی، عصر حاضر کے فتنوں اور شبہات سے واقفیت اور ان کا جواب دینے کی صلاحیت اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ میں تبلیغ ودعوت کی صلاحیت پیدا کرنا ہے، جس سے وہ جدید دماغوں کی بھی تشفی کر سکیں اور نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل بھی پیش کر سکیں، ان کو کم سے کم عربی و اردو میں آزادی سے اظہار خیال کی قدرت ہو، اور تصنیف وتالیف، تقریر وخطابت اور تعلیم وتدریس کے اہم کاموں اور قابل قدر مشاغل پر دعوتی وتفہیمی ذہن غالب اور ان کی تمام سرگرمیوں کا دینی قوی محرک اور مقصد اعلیٰ ہو۔

اس کے لئے ایک تازہ وسیع اور متنوع کتابی ذخیرہ (دار المطالعہ اور مکتبہ) کا بھی انتظام کیا گیا ہے، جس میں مصنفین عرب، ہند و پاک، مہذب، سنجیدہ اور فکر انگیز کتابوں کا ذخیرہ ہے، عربی تقریروں کے کثیر التعداد کیسٹ بھی ہیں اور وقتاً فوقتاً اس میں عربی و اردو میں فکر انگیز اور بصیرت خیز خطبات کا انتظام بھی کیا جاتا ہے اور طلبہ کو خاص طور پر ممالک عربیہ اور مشرق وسطیٰ میں (علمی وفکری طور پر) دینی وایمانی دعوت کے لئے تیار کیا جاتا ہے، اس معہد میں فی الحال دو سالہ تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے، دینیات اور ادب عربی میں فضیلت کا درجہ حاصل ہونے کی شرط ہے اس کے شعبے حسب ذیل ہیں:-

۱- ممالک عربیہ اور مشرق وسطیٰ میں (علمی و فکری طور پر) دینی وایمانی دعوت۔

۲- مذاہب کا تقابلی مطالعہ، (۳) حکمت ولی اللّٰہی (۴) اصلاحی وتجدیدی تحریکات اور اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں۔

ان دو اداروں اور تربیتی، ثقافتی مرکزوں کے علاوہ جن کا مفصل تعارف کرایا گیا ماضی قریب میں ایک اور شعبہ اور مرکز قائم ہوا ہے جس کے لئے نئی عمارت بھی تعمیر ہو گئی ہے، وہ دار القضاء کا شعبہ اور اس کا مستقل مرکز ہے، جس میں قانون شرعی اور احکام الٰہی کے مطابق فیصلہ کرنے، عائلی اور غیر عائلی مقدمات و تنازعات کو حل کرنے اور سرکاری عدالتوں میں ان کو لے جانے، مصارف کثیرہ اور منافرت ومحاذ آرائی، وقت ومال کی بے ضرورت قربانی اور سب سے بڑھ کر تحاکم الیٰ غیر اللّٰہ اور انسانی ووضعی قوانین کی طرف رجوع کرنے اور "افحکم الجاھلیۃ یبغون" کے مرتکب ہونے سے بچانے کا یہ بھی راستہ ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام، اس کی تحریک، اس کے عظیم الشان جلسوں اور ان کے اندر کی جانے والی تقریروں اور شائع ہونے والے مضامین اور شاہ بانو کیس میں بورڈ کی بے نظیر کامیابی کے بعد جس کے متعدد شرکاء اور ذمہ داران دونوں مجلسوں (مجلس انتظامی ندوۃ العلماء اور بورڈ کی عاملہ دونوں کے مشترک رکن ہیں) اس سلسلہ میں زیادہ وضاحت وتشریح کی ضرورت نہیں ہے کہ اب ایسی محاکم شرعیہ اور دار القضاء کی ضرورت ہے اور اس کے لئے فضلائے مدارس کی مشق وتربیت ایک عملی ضرورت اور بدیہی حقیقت بن گئی ہے۔

حضرات! میں اپنی اس طویل سمع خراشی اور اس تعارف وسرگزشت کی طوالت سے جو ندوۃ العلماء ہی کی ضرورت وافادیت کی مناسبت سے اور اس میں ذمہ دارانہ حیثیت رکھنے پر مسرت واطمینان محسوس کرنے اور اس کے وجود وبقا اور ترقی کے لئے اس کے مخلص اور محترم ارکان میں دعا کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے اختیار کی گئی معافی چاہتا ہوں والعذر عند کرام الناس مقبول۔

آخر میں ناسپاسی اور حقیقت پوشی ہوگی اگر دار العلوم ندوۃ العلماء کی اس وسعت وترقی کی معلومات اور توفیق وعنایت الٰہی کے ذکر کے بعد اس کے ان خدمت گزاروں کا ذکر خیر اور ان کی ان خدمات کا اظہار واعتراف نہ کیا جائے جن کا ندوۃ العلماء اور اس کے دار العلوم میں اس دور جدید کے شروع ہونے اور اس کے اس مفید کردار کے ادا کرنے میں بنیادی حصہ ہے۔

ان شخصیتوں میں سب سے پہلے فخر ندوہ حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ سابق معتمد تعلیم دار العلوم اور مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبد العلیؒ ناظم ندوۃ العلماء کا حصہ ہے (جنھوں نے ندوہ کی تاریخ میں سب سے طویل مدت تک اس کی نظامت کا فرض انجام دیا اور ان ہی کے زمانہ میں ندوہ کا نیا دور شروع ہوا)۔

ان دونوں بنیادی اور مرکزی شخصیتوں کے ساتھ ہم مولانا مسعود علی صاحب ندوی (مینجر دار المصنفین اعظم گڈھ و رکن انتظامی ندوۃ العلماء) کو فراموش نہیں کر سکتے جن کا عظیم کارنامہ دار العلوم .... کی وسیع اور شاندار مسجد کی تعمیر اور اس کے سلسلہ میں دار العلوم کے اندر ان کا طویل قیام اور ناظم ندوۃ العلماء کی معاونت ہے اور جنھوں نے اس طویل قیام میں دار العلوم کے انتظامی وتعلیمی جسم میں نیا خون پہنچایا اور دونوں لائنوں سے جدید ومفید تقریریاں کیں، جن سے ندوۃ العلماء کے مقاصد کی تکمیل اور اہتمام کے نازک کام میں بڑی مدد ملی۔

اس کے بعد کارکنان ندوہ اور دار العلوم میں ہم مولانا حافظ محمد عمران خاں صاحب ندوی مرحوم کو فراموش نہیں کر سکتے جنھوں نے طویل مدت تک تقسیم اور تقسیم کے بعد پرآشوب دور میں حزم وعزم کے ساتھ اہتمام کا فریضہ کامیابی کے ساتھ انجام دیا اور ان ہی کے دور اہتمام میں نصاب کی نئی ترتیب اور تکمیل کا کام شروع ہوا اور نظم وضبط کا نمونہ نے ایک قابل تقلید نمونہ یادگار چھوڑا۔

اس کے ساتھ ہم اپنے رفیق درس اور رفیق کار مولانا عبد السلام صاحب قدوائی ندویؒ کو بھی فراموش نہیں کر سکتے جو ہماری جماعت اور معاصرین میں ندوۃ العلماء کی تاریخ اس کے مقاصد اور اس کی خدمات اور افادیت سے سب سے زیادہ واقف اور ان کے قائل تھے، اور جو اپنے آخری ایام حیات تک معتمد تعلیم کے فرائض انجام دیتے رہے، اس دور میں یہ خدمت عزیز گرامی ڈاکٹر مولوی عبد اللہ عباس ندوی صاحب سابق استاد جامعہ ام القریٰ مکہ معظمہ انجام دیتے ہیں اور اس کے لئے وہ اپنے مصارف پر طویل سفر اور یہاں کا طویل قیام اختیار کرتے ہیں۔

اس کے بعد ہم معذرت کے ساتھ لیکن اپنے اخلاقی فرض کے احساس اور جذبے مجبور ہو کر پورے اعتماد ویقین اور مسرت وجذبہ تشکر کے ساتھ اپنے عزیز معاون ورفیق کار مولوی قاضی محمد معین اللہ صاحب ندوی کا ذکر کرتے ہیں جن کا دار العلوم کی تعمیر وترقی، توسیع واضافہ متعدد عظیم عمارتوں اور شعبوں کے قیام کثیر التعداد مدارس کے الحاق، درجہ حفظ کے قیام اور سفراء کی مستعدی وسرگرمی میں خاص حصہ ہے، اور اس کو ندوۃ العلماء کی تاریخ میں کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور نہ کوئی حقیقت پسند اور منصف شخص اس کا انکار اور اس سے چشم پوشی کر سکتا ہے۔

موجودہ مہتمم مولانا محب اللہ صاحب ندوی (ایم۔اے علیگ) کی استقامت وہمت کا بھی اعتراف کرنا ہے جو اس عمر وصحت کے ساتھ اپنا سال سے توازن واعتدال اور محنت وایثار کے ساتھ اہتمام کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

آخر میں ہم دار العلوم کے ان اساتذہ کا ذکر شکر وفخر کے ساتھ کرتے ہیں جنھوں نے دار العلوم کو اپنی علمی صلاحیتوں، تدریسی وتربیتی سرگرمیوں کا مرکز اور جولان گاہ بنایا، اور اس بارہ میں ایک طرف اپنے امتیاز اور علمی وتدریسی صلاحیت کا ثبوت دیا، ~~دوسری طرف اپنے تربیتی~~ کا کہ ان کے متعدد پڑھائے ہوئے اور بنائے ہوئے طلبہ ملک کے دوسرے میدانوں میں بھی اور بیرون ملک خاص طور پر سعودی عرب اور امارات میں ان سے اضعافاً مضاعفۃ مشاہرے پا رہے ہیں، اور ان میں سے بعض کے تعارفی و تصدیقی خطوط سے اچھے اور مناسب فوائد حاصل کرنے کے بارہا تجربے ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس خلوص وایثار کی بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کی عمر وصحت اور افادہ ونفع میں ترقی عطا فرمائے۔

وما شھدنا الا بما علمنا وما کنا للغیب حافظین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العٰلمین

حواشی

۱ے طالبات کے لئے الگ مکاتب ہیں، یادہ بالکل ابتدائی پرائمری درجوں میں پڑھنے والی ہیں۔

۲ے مولانا سید محمد علی مونگیری مراد ہیں، جن کے ذہن میں سب سے پہلے ندوۃ العلماء کا تخیل اور اس کی ضرورت آئی اور جنھوں نے اس کے لئے دعوت دی سے کام لیا اور بالآخر اس کا قیام عمل میں آیا اور آج وہ اس مقام تک پہنچا، جزاہ اللہ تعالیٰ ورفع درجاتہ۔

۳ے اس کلیہ میں خاصی حد تک بانی ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری کا استثناء ہے کہ عربی ادب پر عبور اور تحریر وتقریر کی مشق کا مولانا کو خیال تھا، ایک خط میں جو مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب اور مولانا عبد اللطیف صاحب کے نام ہے، ایک مدرس کی خصوصیات بیان کرتے وقت یہ بات بڑی اہمیت کے ساتھ لکھی ہے کہ ان کو اس کا تجربہ ہے اور انھوں نے تھوڑے وقت میں عربی بولنے اور قرآن مجید کے ترجمہ کی مشق طلبہ کو کرادی ہے۔

مولانا عبد الحی صاحب کے نام ایک خط میں جو ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ کو مکہ معظمہ سے لکھا گیا ہے تحریر فرماتے ہیں:-

"ایک عالم مغربی ..... ہندوستان جانا پسند کرتے ہیں، بہ اعتبار عالم ہیں اور تقریر زور کی ہوتی ہے بعض سبق پڑھاتے دیکھا، بہت خوب پڑھاتے ہیں، علوم ادبیہ اچھے جانتے ہیں اگر دار العلوم میں رکھے جائیں تو بہت مناسب ہے" (سیرت مولانا محمد علی مونگیری، ص ۲۵۲-۲۵۳)۔

۴ے اظہار حقیقت اور فرض شناسی کے جذبے سے لکھا جاتا ہے کہ اس کلیہ (محدود ومقید عربی تحریک یا بندی) سے ماضی قریب کی چند شخصیتیں مستثنیٰ ہیں جنھوں نے آزادانہ اور قادرانہ طریقہ پر مختلف موضوعات پر اپنی عربی تحریر پر قدرت اور طلاقت قلم کا ثبوت دیا وہ حسب ذیل ہیں۔

والاجاہ نواب سید صدیق حسن خاں مرحوم صاحب "ابجد العلوم" و "التاج المکلل" وغیرہ مولانا حکیم سید ~~عبد الحی صاحب سابق ناظم ندوۃ العلماء صاحب~~ "نزہۃ الخواطر" (۱-۸) و "الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند" و "الہند فی العہد الاسلامی" علامہ عبد العزیز میمن صاحب "کتاب ابو العلاء وما الیہ" و "سمط اللآلی" وغیرہ درکن "المجمع العلمی العربی" دمشق مولانا حمید الدین فراہی صاحب رسائل وکتب تفسیر و کتاب "جمہرۃ البلاغۃ"۔

ایک تاریخی وعلمی حقیقت کے اظہار کے لئے لکھا جاتا ہے کہ یہ صورت حال (عربی میں تحریر واظہار خیال کا شرح وتحشیہ کے دائرہ میں محدود ہو جانا) زیادہ تر تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں پیش آیا جب دائج نصاب درس نے پورے طور پر ذہنوں پر اپنا اثر قائم کر لیا، ورنہ اس سے پہلے کی صدیوں میں عربی میں اظہار خیال پر قدرت رکھنے والی بلکہ ادیبانہ وبلیغانہ اسلوب میں لکھنے والی متعدد شخصیتیں پیدا ہوئیں، جن میں دو نادرۂ روزگار شخصیتوں کو زبان عربی کا مؤرخ کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتا، ایک علامہ محمود بن محمد جونپوری (مشہور بہ ملا محمود متوفی ۱۰۶۲ھ) صاحب "شمس بازغہ" جن کی کتاب "الفوائد شرح الفوائد" ادب وانشا کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے، دوسرے حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی م ۱۱۷۶ھ جن کی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" مقدمہ ابن خلدون کے بعد علمی وتجزیاتی تحریر کا اعلیٰ نمونہ اور سمع خوانی سے پاک ہے۔

۵ے سورہ یوسف آیت نمبر ۲ ۶ے سورہ الشعراء آیات ۱۹۲-۱۹۵

۷ے متعدد جز مشتمل بر قصص موسیٰ علیہ السلام شرکائے کرام کو یہ بھی معلوم کر کے مسرت ہوگی کہ قصص النبیین کے سلسلہ کا حال میں انگلستان کے ایک اسلامی ادارہ U. K. ISLAMIC ACADEMY نے ان بچوں کی عمر واستعداد کے مطابق جو یہ سلسلہ پڑھیں گے انگریزی زبان میں ترجمہ کرایا اور اعلیٰ پیمانہ پر اس کی ایسی اشاعت ہوئی کہ چند مہینے میں اس کا پہلا کثیر التعداد ایڈیشن ختم ہو گیا، معلوم ہوا ہے کہ انگلستان وامریکہ میں یہ سلسلہ بہت مقبول ہوا ہے، اس سلسلہ ہمارے عزیز دوست مولوی اقبال احمد اعظمی قابل شکریہ و تعریف ہیں جن کی مساعی سے یہ اہم کام انجام پایا، اسی کے ساتھ یہ بھی محض ایک تائید الٰہی تھی کہ فرنچ میں بھی اس کا ترجمہ ہوا اور اس کے پہلے حصہ پر نامور فاضل ومحقق ڈاکٹر حمید اللہ صاحب (سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد) کا پیش لفظ وتعارف ہے "وللہ جنود السمٰوات والأرض"۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز ومسرت بخش یہ اطلاع ہے کہ روسی ترکستان تاجکستان تاشقند وغیرہ کے ان تعلیمی حلقوں اور مکتبوں میں جو چھپے لیکن طالبانہ طریقہ پر دینیات اور عربی زبان کی تعلیم کا کام کرتے تھے، "قصص النبیین للأطفال" کا سلسلہ پڑھایا جاتا تھا، یہ بات روسی ترکستان سے آنے والے علماء کے ایک وفد سے معلوم ہوئی جو ۱۳ دسمبر ۱۹۹۱ء کو دار العلوم میں آیا تھا، اور ترکستان جانے والی تبلیغی جماعتوں کے بعض افراد سے بھی اس کا علم ہوا۔ وللہ الحمد فی الأولیٰ والآخرۃ۔

۸ے مقدمہ کتاب "المسلمون فی الھند" مطبوعہ دار الفتح دمشق۔

۹ے مطبوعہ دار البروی، الریاض۔

۱۰ے نحو منہج اسلامی فی الأدب والنقد، ص ۹، مطبوعہ دار البروی للنشر والتوزیع الریاض۔

۱۱ے الحمد للہ یہ کام ابھی جاری ہے اور "تاریخ الأدب العربی" کا بھی کام ہو رہا ہے جس میں ہندوستان کے اہل اسلوب ادباء وشعراء کا بھی وسیع تعارف کرایا جائے گا۔

۱۲ے اس میں اسی ندوی علمی وفکری خاندان کے نوخیز نوجوان محمد الحسنی مرحوم مدیر رسالہ "البعث الاسلامی" کا بڑا حصہ ہے، جن کے خالی قومیت عربیہ کی دعوت اور اس کے علمبرداروں کے خلاف مضامین کا رسیدہ مصر اور اس کے نمائندوں کی طرف سے بھی اُٹھے مثال کے طور پر ملاحظہ ہو کتب "احادیث صریحۃ مع اخواننا العرب والمسلمین"، "اسمعوھا منی صریحۃ أیھا العرب"، "إلی الاسلام من جدید"، "العرب والاسلام"، "کیف ینظر المسلمون إلی الحجاز وجزیرۃ العرب" اور اس موضوع پر کثیر التعداد عربی رسائل۔

۱۳ے ناسپاسی ہوگی اگر اس کا ذکر کیا جائے کہ اس میں بنیادی اعانت حیدرآباد کے ایک دیندار تاجر الحاج ایم۔ حسین صاحب مرحوم کی تھی، جنھوں نے اپنی آمد لکھنؤ کے موقع پر اس مقصد کے لئے ایک رقم پیش کی جو بہت بڑی نہ تھی لیکن اس سے کام شروع کیا جاسکا۔

بمبئی میں
مٹھاس کی دنیا کا ایک ہی نام
★ انواع واقسام کی خوش ذائقہ ودل پذیر مٹھائیاں
★ دیسی گھی زعفران ومیوے سے بھرپور۔
طہور اسویٹس
اسپیشل افلاطون ● مینگو برفی ● ڈرائی فروٹ برفی ● انجیر برفی ● پائین اپیل برفی ● ڈنگ لڈو ● بتیسہ لڈو ● قلاقند اور نان خطائی
ناگپاڑہ جنکشن ۲۲۵/۴۵ بلاسس روڈ بمبئی ۸ فون ۳۰۹۱۳۱۸-۳۰۸۲۷۷۳

تیسری و آخری قسط

حضرت سید احمد شہید کی تحریک کا ادبی پہلو

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

حضرت سید صاحب شاہ ہدایت علی جے پوری اور آپکی تحریک

کا اثر دور دراز خطوں تک پہونچا بڑی قد آور شخصیتیں متاثر ہوئیں اور زندگی کے پر پیچ راہوں میں آپ کی رہبری قبول کی اور آپ کے داعیانہ امور وضوابط کی روشنی میں برصغیر کے لاکھوں عوام کو رہنمائی ملی اور ہدایت کی ساقی گری ہوئی، اس کے لئے جس زبان کا استعمال ہوا وہ عام طور سے اردو ہی تھی، جس کی وجہ سے اردو کو دور دراز خطوں میں پہونچنے اور پروان چڑھنے کا موقع ملا، اور اس کی ادبی اور فنی حیثیت بھی اجاگر ہوئی، اس موقع پر حضرت شاہ ہدایت علی صاحب جے پوری کا تذکرہ بجا ہوگا، جن کے ذریعہ اللہ رب العزت نے ایک وسیع حلقہ کو متاثر کیا، جن کے یہاں تصوف کی چاشنی بھی ہے، اور علم وعمل کی کارفرمائی بھی اخلاص وللہیت کا بے پناہ جذبہ بھی ہے اور حسن اخلاق کا بے مثال نمونہ بھی، حضرت شاہ ہدایت علی نے تصوف وسلوک پر کئی اہم کتابیں تصنیف فرمائیں، مثلاً معیار السلوک ودافع الاوہام والشکوک احسن التقویم، فتوح الحرمین فی بشرات الرسول الثقلین اور درلاثانی جو خلاصہ ہے حضرت مجدد کے مکتوبات کا، جس کی ترتیب وتلخیص حضرت شاہ صاحب نے اپنی اسیری کے زمانہ جے پور سنٹرل جیل میں کیا ہے حضرت شاہ صاحب نے خواجہ معصوم سرہندی کے مکتوبات کا خلاصہ بھی کیا ہے لیکن وہ مکمل نہ ہو سکا۔ ان کتابوں کے مندرجات سے جہاں شاہ صاحب کے علمی بصیرت دقت رسی، فکر عمیق، وسعت نظری اور تصوف میں اعتدال وتوازن کا اندازہ ہوتا ہے وہیں آپ کی ادبی حیثیت پر بھی روشنی پڑتی ہے تصوف کے ژولیدہ اور باریک مسائل کو جس طرح آپ نے حل کیا ہے وہ زبان پر قدرت کی دلیل ہے اور پھر سلیس اور عام فہم انداز میں جس کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہی روح کام کر رہی ہے جو سید صاحب کی تحریک کی اصل روح اور جان تھی، اسلامی عقیدہ میں توحید

کا جو مقام ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے احسن التقویم میں یوں رقمطراز ہیں

اولیاء اللہ اور ابرار وصالحین وشہداء اور عام مومنین نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ باوجود اور اتباع حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے حاصل کیا ہے اور بتوسل حضرات انبیاء مرسلین علیہم الصلاۃ والسلام وہ صحابہ رضی کمال عروج پر پہونچے ہیں، اور ان کا ہر فعل اور ذکر وفکر خالص توحید سے لبریز تھا، اور اس میں شرک غیر اللہ کا شائبہ بھی نہیں، کیونکہ اسلام میں شرک سے زیادہ بدتر کوئی چیز نہیں۔ اسی واسطے حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا اے میرے بیٹے اللہ کی ذات وصفات میں کبھی شرک نہ کرنا۔ تحقیق شرک کرنا بڑا گناہ ہے، اور سورہ کہف کے آخر میں ہے، تو جو شخص چاہے کہ اللہ سے ملاقات کرے بس اس کو چاہیے کہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے، اور خود حضور ص کا ارشاد ہے " اے نبی آپ کہدیں کہ میں اپنی ذات کا مالک نہیں ہوں کہ نقصان سے بچالوں یا نفع حاصل کروں مگر اللہ جو چاہے گا وہ ہوگا۔

یہ ہے توحید اصل خالص جس سے تمام مذاہب خالی ہیں اور اسی خالص توحید سے مسلمانوں کے پیشواؤں کو اصلی اور حقیقی تقرب حق اور انتہائی عروج ملا ہے۔

حضرت سید احمد شہید سے روحانی نسبت

حضرت شاہ ہدایت علی صاحب رح جد امجد حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب مدظلہ العالی کا تعلق حضرت سید صاحب سے نسبی تو نہیں لیکن روحانی علمی اور فکری ضرور ہے، حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب مدظلہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا جھکاؤ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم کی طرف کیوں ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت سید شہید کی نسبت کام کر رہی ہے ہمارا پورا ننہیال حضرت سید احمد شہید کی تحریک میں

شریک تھا بلکہ ہمارے ایک عزیز کا عالم یہ تھا کہ ان کے دونوں پیر جہاد میں کٹ گئے تھے چلنے پھرنے سے معذور تھے، لیکن کبھی کبھی جہاد کا ایسا غلبہ ہوتا تھا کہ عزیزوں سے کہتے میرے لئے گھوڑا تیار کرو اور مجھے اسکی پشت پر باندھ دو اس کے بعد گھنٹوں گھوڑے پر سوار رہتے اور تلوار اور نیزے اس طرح چلاتے گویا میدان جہاد میں غنیم کی فوج پر یلغار کر رہے ہیں جب انہیں معلوم ہوا کہ سید صاحب شہید ہوگئے تو کہتے تھے نہیں وہ زندہ ہیں اور پھر آئیں گے اور پورے ملک کو کافروں سے آزاد کرائیں گے ظاہر ہے اس تعلق کا اثر خاندان کے سپوتوں پر ضرور ہوگا اور واردات قلبیہ اور نگارشات علم میں اس کے اثرات ضرور ہوں گے، حضرت شاہ ہدایت علی صاحب نے انسان کی بشریت پر جہاں کلام کیا ہے، وہ بھی انہیں کا حصہ ہے اس مضمون کو جس خوبی سے ادا کیا ہے اس میں خطابت کا زور اور تحریر کا بانکپن نمایاں ہے، فرماتے ہیں۔

" یہی انسان جامع کمالات ہے یہی انسان اصل مخلوقات ہے، یہی انسان آئینہ ذات وصفات رحمٰن ہے یہی انسان مبدأ کمال ہے، یہی انسان علمہ البیان ہے، یہی انسان احسن التقویم دلیل ذات سبحان ہے اسی کا قلب مسجد حقیقی وجلوہ گاہ خالق زمین وآسمان ہے لیکن لفظاہر بشر بشر ہے اور حقیقتاً لفظ بشر حضرات انبیاء کے واسطے درست ہے اور کمال بشر خیر البشر علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے موزوں ومناسب ہے، آگے فرماتے ہیں، جو انسان صاحب دل نہیں وہ دل کو کیا جانے اور جو جوہری نہیں وہ گوہر کو کیا جانے، جو بیدرد ہے جو اہل درد کو کیا پہچانے...... یہ جہاں دار عمل ہے اور جزاء وسزا آنے والا ہے، من طلب وجد عام ہے عقل وشعور سے کام لے تو تمام مخلوق میں بہترین مخلوق ہے، اسی مخلوق کی تہذیب وتزئین کے لئے پیغمبر علیہم السلام آئے، اور صوفیاء کرام اور علمائے عظام اپنی کوششیں صرف کیں جو ان سے قریب ہوا اس کی زندگی میں انقلاب ہوا اور سوچ وفکر کے پیمانے یکسر بدل گئے۔

سر سید احمد خان پر تحریک کے اثرات

حضرت سید احمد شہید کی تحریک سے جہاں جوش جہاد اور کفر سے عناد پیدا ہوا وہیں سوچ وفکر کے پیمانے بھی بدلے، ملت اسلامیہ کو اپنے تشخصات وامتیازات کی بقا کے لئے

تعلیمی میدان میں آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی لہٰذا دار العلوم دیوبند اور علی گڑھ تحریک ہر چند کہ دونوں کا بہاؤ مخالف سمتوں میں رہا لیکن حقیقت میں اسی تحریک جہاد واجتہاد کے تاثر ہی کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے اور دار العلوم ندوۃ العلماء تو حقیقت میں اسی خوان یغما کا خوشہ چین اور اسی شجر طوبیٰ کی پر بہار اور مثمر شاخ ہے علیگڑھ تحریک کے روح رواں گل سر سید احمد خانصاحب آپکی تحریک سے بے حد متاثر تھے، انہوں نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں حضرت سید احمد بریلوی شاہ اسمٰعیل شہید اور شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے حالات جس فرط ادب اور محبت سے لکھے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ان بزرگوں سے بڑی عقیدت تھی، موج کوثر کے مصنف نے حیات جاوید کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ حضرت سید احمد کی تحریک سے بہت متاثر ہوئے انہوں نے اپنے آپ کو اس زمانے میں علی الاعلان وہابی مسلمان کہا تھا جب وہابی باغی سمجھے جاتے تھے۔

سر سید نے ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کا جواب لکھتے ہوئے تصریح کی تھی کہ مولانا سید احمد شہید اور ٹھیک ٹھیک سمجھو تو شاہ اسماعیل شہید کی تمام کوشش اس امر پر مبذول تھی کہ ہندوستان میں اپنے مذہب اسلام کی تہذیب واصلاح کرلی چاہئے، سر سید نے حضرت سید احمد شہید کی تائید میں کئی کتابیں لکھیں، مثلاً راہ سنت ورد بدعت ۱۸۵۰ء اور کلمۃ الحق وغیرہ۔

تہذیب الاخلاق کا اجراء، اسی تاثر کا نتیجہ ہے

کہ قوم کی زبوں حالی دیکھ کر اسکی اصلاح کے لئے مختلف سوسائٹیاں قائم کیں اور عملاً اسکی ترویج وترقی کی کوشش کی اور اس کا انہیں شدت سے احساس تھا کہ۔

قوم کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ ایک نئی زبان تیار ہو جو فارسی کی جگہ لے کیونکہ اس زبان کا مستقبل ہندوستان میں تاریک ہے، ایک نیا لٹریچر پیدا ہو جو شاندار ماضی اور موجودہ زبوں حالی کی تصویر قوم کے سامنے کھینچ کر رکھ دے ایک نئی نثر رائج ہو، جو زور انشاء دکھانے کے لئے نہیں بلکہ روزمرہ کے واقعات بیان کرنے کے لئے کام آئے انہیں احساسات کو عملی شکل دینے کی غرض سے تہذیب الاخلاق کا اجراء کیا گیا، ہر چند کہ تہذیب الاخلاق کی وجہ سے انہیں مخالفتوں کا سامنا کرنا

پڑا لیکن اس میں کوئی شک نہیں اسکی وجہ سے قوم میں ایک نئی زندگی پیدا ہوگئی، مولانا ابو الکلام آزاد نے ۲۰ر فروری ۱۹۴۵ء کو علی گڑھ یونیورسٹی کے جلسۂ تقسیم اسناد میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

" اغلب خیال یہ ہے کہ عوام کے ذہنی رجحانات پر ہمہ گیر اثرات تہذیب الاخلاق نے جوڑے ہیں، ہندوستان کے کسی اور رسالے نے نہیں چھوڑے... اس رسالے کے اجراء سے موجودہ اردو ادب کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے، اردو نے اس رسالے کی بدولت اتنا فروغ پایا کہ دقیق سے دقیق مطالب کا اظہار اس زبان میں ہونے لگا اس دور کا کوئی مسلمان ادیب ایسا نہ تھا جو تہذیب الاخلاق کے حلقہ ادب سے متاثر نہ ہوا ہو دور جدید کے بلند معیار مصنفین نے اسی خوان نعمت سے لقمے چنے اور اسی حلقہ کے اثر ونفوذ سے نقد وبصر کی نئی قدریں اور فکر ونظر کے نئے زاوئے متعین ہوئے۔

نظم وقصائد پر تحریک کے اثرات

اس تحریک کے زیر اثر اردو زبان وادب کے نثر فنی کو جہاں فروغ ہوا وہیں اس کے دور رس اثرات نظم وقصائد میں بھی چھٹکی ہوئی چاندنی کی طرح نظر آتے ہیں یوں تو رزم نامے اور شاہ نامے فارسی اور اردو میں خاصی تعداد میں لکھے گئے، اردو میں صوفی شعراء نے مثنویاں لکھیں جن کے ذریعہ اخلاق میں دلکشی پیدا ہوئی۔ مولانا حالی کی مقبول ترین مسدس سامنے آئی۔ اور حضرت عبد الرزاق کلامی نے فتوح الشام کو ۲۵۰۰ ہزار اشعار میں صمصام الاسلام کے نام سے منظوم کیا اور حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام لکھا مولانا شبلی نے اسلامی تاریخ کے واقعات پر مشتمل نظمیں لکھیں اور رزمیہ قصائد خود اقبال کے یہاں بھی ملتے ہیں، پھر علیم ناصری نے شہداء بالاکوٹ کی مناسبت سے شاہنامہ بالاکوٹ تحریر کیا جس کے بارے میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم فرماتے ہیں۔

علیم ناصری صاحب کے یہاں زبان وبیان میں بڑی سادگی وشگفتگی ہے، طرز ادا میں دلکشی ودلکشائی، تاریخی واقعات کا تسلسل اور جزئیات کا احاطہ، مزاج کی اسلامیت اور دینی غیرت وحمیت اور فن کے ظاہری ومعنوی محاسن کی موجودگی نے ان کے شاہ نامہ بالاکوٹ میں عصر حاضر کے ایک اچھے اسلامی رزمیہ کی شان پیدا کر دی ہے

جس کو پڑھتے ہوئے آنکھیں بھی نم ہوتی ہیں اور دلوں میں حرکت وحرارت بھی محسوس ہوتی ہے اور یہ کسی ادبی شاہکار کی کامیابی کی ایک بڑی دلیل اور کھلا ثبوت ہے۔

حرف آخر

حضرت سید صاحب کے رفقاء اور مریدین پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹے، حوادثات کے شرارے برسے۔ زمانے کے بے رحم ظالم اپنے پنجوں سے انہیں خاک وخون میں غلطاں کیا لیکن وہ عزت کے پہاڑ ثابت ہوئے، قید وبند کی مصیبتیں جھیلیں، فاقہ مستی کی صعوبتیں اٹھائیں لیکن اف نہ کیا مختلف قسم کے ان پر مقدمے قائم کئے گئے پھانسی کا حکم سنایا گیا جلاوطنی پر مجبور ہونا پڑا پوری پوری بستیاں مع ساز وسامان کے زمین دوز کر دی گئیں، لیکن انہیں شکایت نہیں ہوئی، دعوت وعزیمت کی داستان اگر دیکھنا ہو تو انہیں مظلومین کی تحریروں کو دیکھئے۔ جنہوں نے خون دل سے صفحہ قرطاس پر ایمان ویقین اور دعوت وعزیمت کی تاریخ ثبت کی ہے، تحریر کا بانکپن ان کی ادبیت کا غماز ہے اور تحریر کی حلاوت انکی للہیت وخلوص کا آئینہ دار ہے، تاریخ عجیب تواریخ عجیب اور سوانح عجیبہ کے مؤلف مولانا محمد جعفر تھانیسری کے دامن سے واقعات وحالات، احساسات اور تصورات کے بیش بہا ان ادبی آبگینوں اور جواہر ریزوں کو چنا جا سکتا ہے تذکرہ صادقہ اور سرگزشت مجاہدین میں ڈھونڈھا جا سکتا ہے، وقائع احمدی، سوانح احمدی کے آئینہ میں انکی تصویریں دیکھی جا سکتی ہیں۔ آثار الصنادید اور حیات طیبہ میں ان پاکیزہ نفوس کی قد آور اور دلآویز شخصیتیں نظروں میں پھر جاتی ہیں۔ اور پھر سیرت سید احمد شہید تو ان سب کا عطر، اور خلاصہ ہے جس کی زبان وبیان پر تبصرہ آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

حضرت سید صاحب کی تحریک اپنے حجم وزمانے کے اعتبار سے ضرور قلیل تھی، لیکن اپنے اثرات کے اعتبار سے اس کے حدود بے حد وسیع تھے اسکی اثر اندازی سے اردو زبان کیسے محروم رہتی اسی کا ہلکا نمونہ اس مختصر مضمون میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

بقیہ: ادب اسلامی کی تعارفی مہم

اور مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی کے احساس اور اس سلسلہ میں ان کی کوششوں کی تفصیل بتائی۔ انھوں نے گذشتہ چند دہائیوں میں مغربی رجحانات وافکار نیز کمیونسٹ نظریات کے مشرقی ممالک اور ہندوستانی ادباء کے ذہنوں پر غالب آجانے کا ذکر کرتے ہوئے توجہ دلائی کہ ان رجحانات ونظریات نے ادب کے مذہب کے ساتھ کسی تعلق سے انکار کیا اس کے نتیجے میں ہمارے نوجوانوں کے سامنے جو ادب آنے لگا وہ ان کے موروثی ومذہبی قدروں سے متصادم تھا اور اس سے ان کے رجحانات وادبی تصورات پر غلط اثرات پڑنے لگے اس کی فکر کی بڑی ضرورت تھی اس کی فکر نے صحت مند فکر کے مختلف حاملین کو کچھ کرنے کی طرف متوجہ کیا اور انھوں نے اپنی اپنی کوشش کی اور آخر میں رابطہ ادب اسلامی کے تحت کام کو بڑھانے اور پھیلانے کا انتظام عمل میں آیا۔

پھر مولانا سعید الرحمن اعظمی نے ادب اسلامی کی اہمیت وضرورت پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انھوں نے قرآن مجید اور حدیث شریف سے ادب کا طاقتور رشتہ بتایا اور کہا کہ ادب دراصل اخلاق وحسن کردار کا ایک مظہر ہے اور اس میں اخلاق وحسن کردار کی جھلک ضروری ہے اور جو ادب ان باتوں کا حامل نہیں وہ حقیقی ادب کہلانے کا مستحق نہیں، ادب کے انحراف سے سماج میں جو برے اثرات نمایاں ہو رہے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا اسلامی ادب صالح آداب وکردار کا مرقع ہوتا ہے اور وہی اصل ادب ہے اس لئے اس کی توسیع وترویج کرنا چاہئے۔

مولانا اعظمی کی تقریر کے بعد ندوۃ العلماء میں ہونے والے پہلے ادبی سیمینار میں مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی کے دیئے ہوئے خطبہ کے اقتباسات پیش کئے گئے جن میں ادب کے وسیع دائرے کا ذکر کرتے ہوئے اس کو اسلامی یا مذہبی حدود سے دور رکھنے کے عمل کو مسترد کیا گیا۔

جلسہ کے اختتام سے قبل حاضرین مجلس کی طرف سے بعض سوالات واشکالات اٹھائے گئے جن کا جواب مولانا سید محمد رابع حسنی اور مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے دیا سوالات میں سے بعض میں یہ اشکال ظاہر کیا گیا کہ اسلامی ادب کا مطلب ادب کو محدود کر دینا اور اس کی آفاقیت کو ختم کر دینا ہے اور بعض سوالات میں علامہ شبلی نعمانی اور مولانا الطاف حسین حالی کے سلسلہ میں جن کا مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے حوالہ ادب اسلامی کے بڑے حاملین کی حیثیت سے دیا تھا یہ اشکال اٹھایا گیا کہ انھوں نے بہت سے ایسے کام کئے جو ادب اسلامی کے دائرے میں شامل نہیں کئے جا سکتے جیسے موازنہ انیس ودبیر۔ ان کے جواب میں یہ بتایا گیا کہ ادب اسلامی کا ہمارا تصور ادب کی آفاقیت کا ہے اس تصور سے ہم انکار نہیں کرتے اس سے انکار درحقیقت ترقی پسند ادباء نے کیا ہے۔ اسلامی ادباء کے یہاں ادب خالص کے جو نمونے ملتے ہیں وہ ان کی وسعت نظری پر دلالت کرتے ہیں۔ ہم دراصل اسلامی خصوصیات کو ادب کے دائرے سے باہر کرنے کے خلاف آواز اٹھانا چاہتے ہیں اور ادب کو انسانیت کی اور صالح انسانی احساسات وتاثرات کی ترجمانی کے ساتھ وابستہ رکھنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور اس کے خلاف جو رُخ آرائی ہے اس کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔

سوال وجواب کے اسی پروگرام پر اس نشست کا اختتام ہوا اور اسی پر اس تعارفی مہم کا بھی اختتام ہوا۔

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا
لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U-18/77 اور کیپ سول پر [mark] مارکہ ضرور دیکھیں انڈین کیمیکل کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ مئو کا بنا اصلی نورانی تیل مئو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔
INDIAN CHEMICAL MAU.N.B. 275101

ادب اسلامی کی تعارفی مہم

رابطہ ادب اسلامی کے وفد کا مختلف شہروں کا دورہ

ذکی نور عظیم

عالمی رابطہ ادب اسلامی کا ایک وفد ادب اسلامی کے تعارف کی غرض سے کانپور، الہ آباد، بنارس اور اعظم گڈھ گیا جس میں رابطہ کے جنرل سکریٹری مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، "جریدہ الرائد" کے ایڈیٹر مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی، "البعث الاسلامی" کے مدیر مولانا سعید الرحمن اعظمی، رابطہ کے مرکزی دفتر کے ذمہ دار مولانا عبدالنور ندوی ازہری، آل انڈیا مسلم انٹلکچول فورم کے صدر ڈاکٹر محمد یونس نگرامی اور اندور و بھوپال کے بورڈ آف اسلامک اسٹڈیز کے ڈائرکٹر قاضی عبدالحمید اندوری شامل تھے۔

کانپور:۔ ۲۶ جولائی ۱۹۹۲ء کو بعد مغرب دار التعلیم والصنعت کانپور میں ایک نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں بہت سے مقامی کالجوں اور مدارس کے ذمہ دار اور ادب سے دلچسپی رکھنے والوں نے شرکت کی۔ مولوی محمد احمد ندوی کی تلاوت کلام پاک سے جلسہ کی کاروائی شروع ہوئی، مولانا عبدالنور ندوی نے اس تحریک کے مقصد اس کی ضرورت اور افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ادب اور اسلام کا تعلق بہت گہرا اور پرانا ہے قرآن کریم کے متعلق دنیا کے تمام ناقد دانوں نے چاہے عربی کے ہوں یا غیر عربی کے یہ بات تسلیم کی ہے کہ صرف ادب عربی یا اسلامی نہیں بلکہ عالمی انسانی ادب میں قرآن کریم کا کوئی ثانی نہیں اور بڑے بڑے شعراء و ادباء اور خطباء نے اس کے چیلنج کے آگے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔

مولانا نے احادیث رسول کی ادبی حیثیت اس کی ادبی رعنائیوں اور خوبیوں پر بھی روشنی ڈالی انھوں نے اس موقع پر ادب اسلامی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ایک اچھے مفہوم کو اچھے انداز اور اسلوب میں اس طرح بیان کرنا کہ اس میں صرف لفظوں کے دھارے میں بہنے کے بجائے انسانی اخلاقی قدروں کو سمونے کی پوری کوشش کی گئی ہو جو انسان کو زندگی کا سلیقہ سکھاتی ہیں اور انسانی زندگی کا مقصد متعین کرتی ہیں ادب اسلامی کا اہم عنصر ہے۔

رابطہ کے جنرل سکریٹری مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے رابطہ کے مقصد اور پیغام کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ رابطہ ادب اسلامی ایک ایسی انجمن ہے جو ادب میں اسلامی قدروں کو نمایاں کرنے اور ادب کے صحیح رخ کو واضح کرنے کیلئے قائم کی گئی ہے یہ عالمی ادارہ عالم اسلام کے مشہور ادباء و شعراء کے باہمی مشورہ کے بعد قائم کیا گیا اور مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کو اس عالمی ادارہ کا صدر بنایا گیا اور اس کے دو دفاتر قائم کئے گئے عالم عرب کا صدر دفتر ریاض اور برصغیر اور اس سے ملحق ممالک کا مرکزی آفس لکھنؤ میں قائم ہے اور دونوں دفاتر اپنے وسائل کے مطابق کام کر رہے ہیں۔

مولانا نے اس اعتراض کا کہ ادب میں اسلامی اور غیر اسلامی کے قید لگانے کی کیا ضرورت تھی نیز اس سے ایک بدعت پڑے گی اور نصرانی ادب، یہودی ادب، ہندو ادب اور دوسری بہت سی قسمیں نکلیں گی، جواب دیتے ہوئے کہا کہ ادب جس کا مقصد تعمیری ہے اسکو خاص رنگ میں رنگ دیا گیا ہے۔ اگر اس میں غیر اخلاقی، غیر تعمیری مفہوم کی ترجمانی کی جاتی ہے تو اس کو قبول کر لیا جاتا ہے لیکن اگر کسی ادبی نمونہ میں اصلاحی یا تعمیری قدروں کی طرف اشارہ ہوتا ہے تو اس کو ادبیات سے خارج کر دیا جاتا ہے، اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ میخانے میں کھلنے والے گلاب کے پھول کو پھول کہا جائے لیکن مسجد میں کھلے گلاب کی خوشبو اور اس کے حسن سے انکار کر دیا جائے۔ اس کے بعد انھوں نے رابطہ کے پروگرام اور اقدامات پر روشنی ڈالی اور مختلف سیمناروں کی تفصیل بیان کی جو مختلف شہروں میں اس سلسلہ میں مختلف اہم موضوعات پر منعقد کئے گئے اور آئندہ کیا منصوبہ ہے؟ اس کی وضاحت کی۔

پھر دار التعلیم والصنعت کے شعبہ کمپیوٹر کے انچارج مسٹر محمد ہلال نے مشینی دور میں ادب اسلامی کی ترویج و ارتقاء کے ضرورتوں اور اس کے طریقوں کو واضح کرتے ہوئے اس ضرورت پر زور دیا کہ جدید میڈیا اور مواصلات کے وسائل کو ہی اس مقصد کے لئے استعمال کیا جائے۔

صدر مجلس ڈاکٹر محمد یونس نگرامی نے اپنے صدارتی کلمات میں علامہ اقبال کے کلام کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس کی حیات و دوام کا اصل سبب ادبیت سے زیادہ اسلامیت ہے اور الحمدللہ اس گئے گزرے زمانے میں بھی ابھی تک یہ حقیقت آشکارہ ہے کہ اسلام پسندوں کے کلام کا جو مقام اور اس کی جو حیثیت ہے وہ مقام غیر اسلام پسند ادباء کے کلام کو حاصل نہیں انھوں نے اس سلسلہ میں مثنوی مولانا روم، امام غزالی کے "المنقذ من الضلال" مجدد الف ثانی اور شاہ شرف الدین یحییٰ منیری کے مکاتیب اور علامہ شبلی کی تحریروں خاص طور پر ظہور قدسی کا حوالہ دیا۔

آخر میں مولانا مظفر الحق ندوی نے وفد کے ارکان اور حاضرین کا شکر ادا کیا، اس جلسہ کے نظم میں اسحاق ندوی نے خصوصی دلچسپی لی اور معید صاحب نے تعاون کیا۔

الہ آباد:۔ دوسرے دن یہ وفد الہ آباد گیا جہاں الہ آباد یونیورسٹی کے صدر شعبہ عربی و فارسی پروفیسر سید محمد اجتباء ندوی نے ایک نشست کا نظم کیا جس میں شہر کے ممتاز ادباء ماہر تعلیم، قانون داں اور علم دوست حضرات نے شرکت کی جس کی صدارت دینی تعلیمی کونسل کے جنرل سکریٹری جناب ریاض الدین احمد صاحب نے کی تلاوت کلام پاک کے بعد رابطہ کے ممبر اور الہ آباد یونیورسٹی کے استاد ڈاکٹر طفیل احمد مدنی نے بارگاہ رسالت میں عقیدت کے پھول نچھاور کئے پھر پروفیسر سید محمد اجتباء ندوی نے جو رابطہ کے ممبر تاسیسی رابطہ کے قیام کے پس منظر پر روشنی ڈالی اور کہا کہ ادب کی تشکیل میں دین کے علمبردار ہمیشہ پیش پیش رہے اور بہت سے عمدہ شہپارے دین کا علم رکھنے والوں کی تحریروں میں پائے گئے انھوں نے کہا ادھر تقریباً ستر اسّی سال سے ادب کی رہنمائی ایسے ہاتھوں میں چلی گئی جنھوں نے ادب کو بے ادب بنا دیا، اس کو صحیح رخ سے موڑ کر دوسرا رخ دے دیا۔ ترقی پسند ادب کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اس نے نہ صرف ادب بلکہ مسلم معاشرہ کو بہت نقصان پہونچایا اس صورت حال کو دیکھ کر بعض درد مندوں نے انفرادی طور پر اس فکر اور نظریہ سے مقابلہ کیا، لیکن کوشش انفرادی تھی، رابطہ ادب اسلامی کی تشکیل کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے دمشق سے نکلنے والے عربی رسالہ "مجلۃ مجمع اللغۃ العربیۃ" میں اسلامی نقطہ نظر سے تاریخ ادب کے مطالعہ پر زور دیا جس کا مطالعہ عالم اسلام خاص کر عرب ممالک میں کیا گیا اور چند مشہور عرب علماء و ادباء نے پہلے کیا کہ اس کے لئے ایک تنظیم قائم کی جائے اس طرح رابطہ ادب اسلامی کا قیام عمل میں آیا اور مولانا کے اس سلسلہ میں نمایاں کردار اور اس کے تعارف میں پہل کو دیکھتے ہوئے ان کو اس عالمی ادارہ کا صدر بنایا گیا۔

مولانا عبدالنور ندوی نے اس تحریک کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ رابطہ ادب اسلامی ادب میں اسلامی قدروں کی جھلک دیکھنے والوں کی ایک انجمن ہے، لیکن جس طرح دنیا کے مختلف میدانوں میں علمی، سماجی، ثقافتی اور تمدنی میدانوں میں مادی افکار و نظریات اثر انداز ہوئے اسی طرح ادب بھی اس سے متاثر ہوا اور ادباء و شعراء اس کے مادی افکار و نظریات کو قبول کرنے لگے لیکن باطل بنیادوں پر قائم یہ عمارت زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکی اور رابطہ کی کوششیں رنگ لائیں اور جلد ہی دنیا دین و ادب کو الگ کرنیوالے نظریات سے اپنے کو بیزار محسوس کرنے لگی اور وہ ادباء و شعراء جو ابھی تک اپنی تحریروں میں اسلام کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے اب اپنی تحریروں کو اسلامی روح سے آراستہ کر رہے ہیں، مولانا نے اس حقیقت پر زور دیا کہ ادب کو مادی نظروں سے نہ دیکھا جائے بلکہ اس کو اسلامی نقطہ نظر سے جانچا اور پرکھا جائے مولانا نے اس موقع پر رابطہ کے دونوں دفتروں کی کارگزاری بھی مختصراً بیان کی۔

وفد کے سربراہ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے سالانہ سیناروں کے موضوعات کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور ادب اسلامی کی تعریف، اور اسلامی لٹریچر کی تدوین کے سلسلہ میں رابطہ ادب کے منصوبہ اور کوششوں کا تعارف کرایا اور ان علاقائی نشستوں کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

الہ آباد یونیورسٹی کے شعبہ فارسی کے استاد ڈاکٹر عبدالقادر جعفری نے رابطہ کے متعلق اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ بہت ہی نمایاں خدمات ادا کر رہی ہے اور اب اس کے فوائد سامنے آنے لگے ہیں انھوں نے رابطہ کے مقاصد پر مکمل اطمینان ظاہر کیا۔

آخر میں صدر جلسہ جناب ریاض الدین صاحب نے اپنے صدارتی تقریر میں رابطہ کے وفد کے کام کا یہ طریقہ پسند کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ اس تحریک کو نچلی سطح سے شروع کیا گیا ہے جبکہ آج کل مزاج یہ بن گیا ہے کہ ہر کام کو بہت بلند اور وسیع سطح سے کیا جائے اس سے ذہن سازی کا کام نہیں ہو پاتا اور عوامی زندگی پر اس کا اثر نہیں پڑتا، انھوں نے ایک نئے خطرہ کی نشاندہی کی اور وہ اسلام

کا نیا تصور پیش کرنے کی کوشش ہے یعنی موجودہ تہذیب کے قالب میں اسلام کو ڈھالنے کی کوشش، انھوں نے ذکر کیا کہ اس وقت ایسا لٹریچر کثرت سے آ رہا ہے جس میں اسلام کی تصویر بگاڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور نئے اسلام کو پیش کیا جا رہا ہے، اس کے مقابلے کی ضرورت ہے۔

بنارس:۔ ۲۸ جولائی ۱۹۹۲ء کو جامعہ سلفیہ کے ذمہ داروں نے وفد کا گرمجوشی سے استقبال کیا، مغرب بعد جامعۃ السلفیہ کے دار الحدیث ہال میں شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید رحمانی کی صدارت میں ایک علمی و ادبی نشست منعقد ہوئی جس میں اساتذہ جامعہ و بنارس یونیورسٹی کے ممتاز اسکالرس، ادباء، شعراء اور علم دوست حضرات شریک ہوئے۔ تلاوت کلام پاک کے بعد استاد جامعہ و مدیر ماہنامہ محدث مولانا عبدالوہاب حجازی نے نعت پیش کی اس کے بعد وکیل جامعۃ السلفیہ مولانا مقتدی حسن ازہری نے وفد کے ارکان کا تعارف کرایا اور کہا کہ اس تحریک کی آواز ایک ایسی جماعت بلند کر رہی ہے جسے پوری امت مسلمہ کا اعتماد حاصل ہے اس موقع پر انھوں نے ندوہ کی اہمیت اور اس کے عظیم مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ دنیا اس بات سے واقف ہے کہ ندوہ نے اپنے مقاصد کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے اور اسی وجہ سے یہ اپنے مقاصد میں پوری طرح کامیاب ہے انھوں نے یہ امید ظاہر کی کہ جب ایک ایسی جماعت اس تحریک کی داعی ہے تو انشاء اللہ یہ تحریک بھی جلد از جلد بلند مراحل طے کرے گی اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگی انھوں نے جامعہ سلفیہ کی طرف سے بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

مولانا عبدالنور ندوی ازہری نے ادب اسلامی اور اسکی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ادب کا تعلق شعور و احساس سے ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ ادب پر فکر عقیدہ اور نظریہ اثر انداز نہیں ہوتے اور یہ غیر شعوری ہے انھوں نے اس بات پر خاص طور سے زور دیا کہ مومن کا تو ہر عمل شعوری ہونا چاہئے انھوں نے کہا کہ جس طرح قرآن عقائد و اخلاق عالیہ کا منبع ہے اسی طرح زبان و ادب کا منبع و سرچشمہ بھی قرآن ہی ہے۔

مولانا نے ادب کو اسلامی زندگی میں تبدیلی لانیوالی ایک اہم طاقت قرار دیتے ہوئے کہا کہ جس طرح پانی کا مستقل گرنے والا قطرہ بغیر کسی شور کے پتھر میں سوراخ پیدا کر دیتا ہے اسی طرح ادب بھی غیر شعوری طور پر انسانی زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے انھوں نے کہا کہ فکر، اعتقاد، ماحول اور نظریات کا اس پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے، شہنشاہ خمریات ابونواس اور بشار بن برد جن کا کلام حسن و جمال کے وصف، شراب و کباب کے ذکر پر تھا لیکن مسلم معاشرہ میں رہنے کی وجہ سے کبھی ان کا ضمیر ان کو جھنجھوڑتا تھا تو خلوت میں کبھی کبھی ایسے مناجات کہہ جاتے اور اپنی کوتاہیوں پر ندامت کا اظہار اس انداز سے کرتے کہ وہ قلب پر اثر کرتا۔

مولانا نے ترقی پسند ادب کی اصلیت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح دنیا پر یورپ کا سیاسی علمی اور ثقافتی غلبہ ہوا اسی طرح ادب بھی اس سے متاثر ہوا انھوں نے ادب کو مادی شئے تصور کر کے ظاہری چیزوں پر اعتبار کیا خواہ اس کے مفاہیم کتنے ہی ایمان سوز اور انسانیت سوز ہوں اس کو ادب قرار دیا جاتا، انھوں نے اس موقع پر باطل نظریات پر مبنی بعض ادبی تنظیموں اور نظریوں مثلاً کمیونسٹ لامعقولیت، عبثیت اور وجودیت پر مفصل روشنی ڈالی اور کہا کہ ان تحریکات کی وجہ سے ادب میں مادیت کی تائید اور روحانیت کی مخالفت ہوئی۔ اسلام مخالف ادب کی بنیاد پڑی دینی و ایمانی زندگی کا مذاق اڑایا گیا اور ادب کو فساد اخلاق کا ذریعہ بنا دیا گیا لیکن چونکہ مسلمان اپنی روحانی اور ایمانی طاقت سے جنت و دوزخ کی سیر کرتا ہے اس لئے اس کو یہ بات بالکل نہیں بھائی اور اس نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ ان باطل نظریات کے ازالہ کے لئے ایک ایسی تنظیم ہونی چاہئے جو ان نظریات کا مقابلہ کر سکے اسی مقصد کی خاطر رابطہ ادب اسلامی کی تشکیل عمل میں آئی۔

مولانا نے اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کہ برصغیر میں اردو ادب کی قیادت دیندار اور اسلام پسند حضرات کے ہاتھوں میں رہی اور کہا کہ انھیں کے جد و جہد کا نتیجہ ہے کہ آج اردو زبان دوسرے علمی و ادبی زبانوں کی صف میں کھڑی ہے انھوں نے اس موقع پر بعض ایسے نامور ادباء کا تذکرہ کیا جو ادب و ثقافت میں معروف ہیں حالانکہ وہ معاشرتی طور پر دیندار ہیں انھوں نے اس سلسلہ میں شیخ سعدی، علامہ اقبال، محمد عاکف، محمد زبیری اور عمر بہاء امیری کے متعلق کہا کہ یہ سب اسلامی اور دعوتی شاعری کے داعی تھے۔

سربراہ وفد مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے کہا کہ ادھر کچھ عرصہ سے ادب کو صرف دنیاوی لہو و لعب بنا دیا گیا ہے اور دین و ادب کی ہم آہنگی اور اس تعمیری کردار کو فراموش کر دیا گیا ہے اس لئے قرآن و حدیث جو کہ عالمی ادب کا اعلا نمونہ ہے اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے انھوں نے قرآن و حدیث اور بعض اصلاح پسند ادباء کے کلام کی ادبی حیثیت کو اسلامی ادب کے وجود اور اس کی اہمیت کی علامت قرار دیا اور کہا کہ ادب زندگی کا لفظی پیکر ہوتا ہے۔

مولانا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ادبی مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دلائی کہ ایسی اعلی سیرت ادبی پیکر کے ذریعہ موثر اور دل آویز شکل میں عام ہوتی ہے کہ حقیقت بھی نمایاں ہوتی ہے اور خد و خال بھی، اور ایسا احساس حاصل ہوتا ہے جو دوسروں کی زندگی میں نہیں حاصل ہوتا اسی طرح آپ کی دعائیں سحر انگیز کلام معلوم ہوتی ہیں جس میں صاحب دعا کا دل نکلا ہوا اور رینگتا و تڑپتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس کی ایک وجہ اس کی سادگی سہولت اور فطری طرز بیان بھی ہے کہ کوئی بھی اس کو پڑھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

مولانا نے رابطہ ادب اسلامی کے قیام کے پس منظر اور اس کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اسلام اور ادب کی ہم آہنگی پر یقین رکھنے والے کئی مقتدر ادباء شعراء کے مشورہ سے اس کا قیام عمل میں آیا جس کا مقصد یہ ہے کہ ادب کو اسلامی مقاصد کا بھی ساتھ دینے والا بنایا جائے اس میں انسانی زندگی کی صالح اور سچی عکاسی کا خیال رکھا جائے ساتھ ساتھ اس کام میں لگے لوگوں کی تائید اور تعاون کیا جائے اس سے برگشتہ لوگوں کو اس کے نقطۂ خیال کی طرف بلایا جائے اور مخالفین کا سدباب کیا جائے کیونکہ عہد اولیں سے لے کر آج تک ادب کردار سازی کا ایک اہم عنصر رہا ہے۔

بنارس یونیورسٹی کے استاد ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی نے جو کہ رابطہ کے اکثر سیمناروں میں شریک رہے تھے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جب بھی کوئی تحریک جنم لیتی ہے تو اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ وقت کا اہم تقاضہ تھی لیکن یہ حقیقت سے زیادہ رسمی جملہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن میں پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ کہتا ہوں کہ رابطہ وقت کے تقاضے کے مطابق قائم کیا گیا۔ انھوں نے اسلامی ذہن و فکر کے بہترین نمونے کو ادب کا عمدہ نمونہ قرار دیا اور ترقی پسند ادب کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے ادب کو مادیت سے متاثر کر دیا ترقی پسند ادباء نے اسلامی موضوع فکر اور نظر کو کوئی اہمیت نہیں ۔۔ تعمیری و اصلاحی رول ادا کرنے والے ادب کو ادبیات کی فہرست سے خارج کر دیا اس ترقی پسند ادب نے موضوع کو بنیاد بنایا اس کے بعد جدیدیت آئی تو اس نے صرف ہیئت کو اہمیت دی غیر صالح عناصر کو صرف ہیئت کی بنا پر ادب کہہ دیا اس طرح دونوں نظریوں نے ادب کو محدود کر دیا اور ان کا یہ مفروضہ ادب ذہن و دماغ کے فساد کا موجب ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے رابطہ کے سیمناروں میں پڑھے گئے مقالوں کی اہمیت، افادیت اور بلند معیاری کا اعتراف کیا۔

آخر میں صدر مجلس مولانا عبدالوحید رحمانی نے صدارتی کلمات میں کہا کہ آج ہمارے چاروں طرف فحش لٹریچر پھیلے ہوئے ہیں جس کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے رابطہ جیسی تنظیم کی ضرورت ہے الحمدللہ یہ تنظیم اپنا کام بخوبی نبھا رہی ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم رابطہ سے بھرپور تعاون کریں اس کے بغیر اس کام کو آگے بڑھانا ممکن نہیں۔ چونکہ یہ تنظیم علماء کے درمیان ربط و تعلق کا ذریعہ ہے اس کی بنیاد علمی، ثقافتی اور ادبی مسائل سے ہے اس لئے ہم مختلف الجہات مسائل میں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اس کے دعوتی و اصلاحی پروگرام اصلاح امت کے سلسلہ میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اعظم گڈھ:۔ ۲۹ جولائی ۱۹۹۲ء کو وفد اپنی آخری منزل "اعظم گڈھ" گیا جہاں شبلی اکیڈمی دار المصنفین اعظم گڈھ میں ایک نشست ہوئی جس میں ادب سے تعلق رکھنے والے اور باذوق حضرات کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی جلسہ کی نظامت کے فرائض مولانا ضیاء الدین اصلاحی ناظم دار المصنفین نے انجام دیے انھوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں ادب اسلامی کے ہندوستانی سرمایہ کا حوالہ دیتے ہوئے اس کے موقر حاملین کا تذکرہ کیا اور ادب اسلامی کو گذشتہ کئی دہائیوں میں مذہب مخالف ادباء کی طرف سے جس مخالفت و استہزاء کا سامنا کرنا پڑا خاص طور پر ترقی پسند ادب کے حاملین نے ادب سے اسلام کا رشتہ ناقابل قبول بنانے کی جو مذموم کوشش کی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ادب کو اسلامی قدروں سے ہم آہنگ بنانے کے لئے مولانا سید ابوالحسن علی حسنی کی سرکردگی میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کے قیام کی اہمیت و افادیت کا تذکرہ کیا اور اس کی خدمات کو سراہا۔

وفد کے سربراہ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے رابطہ کے قیام کے محرکات کی وضاحت کی

باقی ص۱۱ پر

عالم الاسلام

وصاف عالم ندوی

میدان منیٰ میں خیموں کے بدلے مکانوں کا نظم

خادم الحرمین شریفین ملک فہد بن عبد العزیز نے میدان منیٰ میں خیموں کا سلسلہ ختم کرکے باقاعدہ مکانات کی تعمیر کے احکامات جاری کر دیے ہیں عزت مآب مرکزی حج کمیٹی کے نائب صدر سعود بن عبد المحسن نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ یہ احکامات دراصل خادم الحرمین الشریفین کے حجاج کرام کی رہائش و آسائش کے سلسلے میں ان کی حد سے بڑھی ہوئی فکرمندی کی علامت ہے ان کے بقول یہ پروجکٹ انشاء اللہ آئندہ موسم حج کے آتے آتے مکمل ہو جائے گا۔ اس کا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ حجاج کرام بے احتیاطی یا اتفاقی آتش زدگی کے جو واقعات ہر موسم حج میں رونما ہوتے رہتے ہیں اس سے حفاظت کا ایک قابل اعتماد سامان ہو جائے گا۔ (التضامن الاسلامی)

ہائی لینڈ کی زبان میں ترجمہ قرآن

قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ دنیا کے بے شمار ملکوں میں شاذ و نادر ہی ایسا کوئی ملک ہوگا جس کی ملکی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ نہ ہوا ہو اس کی تفسیر کا کام قرن اول بلکہ نزول قرآن کے ساتھ ساتھ شروع ہوا اور آج تک نہ جانے کتنی زبانوں میں اس کی تفسیر و ترجمہ کا کام ہوا ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے۔ حال میں ایک مستشرق فریڈرک ..... نے تفسیر ابن کثیر، تفسیر زمخشری جیسے مستند ترین مآخذ کو سامنے رکھ کر ہائی لینڈی زبان میں ایک ترجمہ تیار کیا ہے مترجم نے ترجمہ کی تقریب بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہائی لینڈ میں نصف ملین مسلم آبادی کو مدنظر رکھ کر یہ کام کیا گیا ہے تاکہ ان کو معلوم ہو سکے کہ قرآن کریم کی تعلیمات کیا ہیں آیا وہ تشدد کی دنیا ہے یا یہ کہ بھائی چارگی، تسامح، اور بقاء باہم کے اصول کی تلقین کرتا ہے اور ایسی فضا کی سازگاری کا متقاضی ہے جس میں دوسری قوموں خصوصاً عیسائیوں کو یہ موقع مل سکے کہ وہ اسلامی احکام و تعلیمات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرسکیں گے میں نے ہر دو قوم مسلمانوں اور عیسائیوں کے معنوی مفاد کو سامنے رکھ کر یہ کام انجام دیا ہے انھوں نے بتایا دوسرے تراجم کے درمیان اس ترجمہ کو جو امتیاز حاصل ہے وہ یہ ہے کہ ان تراجم میں صاحب ترجمہ کے نظریات و افکار کی تفسیر ہے اور یہ مستند مآخذ کی روشنی میں تیار کیا ہوا قابل قدر ترجمہ ہے۔

(التضامن الاسلامی محرم ۱۴۱۳ھ)

بنگلہ دیشی بہاریوں کی باز آبادکاری کا آغاز جلد متوقع

آج سے تقریباً اکیس سال قبل تقسیم پاکستان کے نتیجہ میں تین لاکھ کی تعداد میں جو بے گھر مہاجرین سرحد پر خیمہ زن ہو گئے تھے اور حکومت بنگلہ دیش نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا ان کی باز آبادکاری کے لئے رابطہ عالم اسلامی کی تنظیم ایک طویل زمانہ سے کوشاں تھی اور اس عبرتناک مسئلہ کو حل کرنے کے لئے رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبد اللہ عمر نصیف دونوں ملکوں کے وزراء اعظم سے متعدد بار ملاقات بھی کر چکے تھے اس سلسلہ کی آخری کڑی اس وقت تمام ہوئی جبکہ ۱۲ اگست کو بنگلہ دیش کی وزیر اعظم بیگم خالدہ ضیا کے تین روزہ پاکستانی دورے کے اختتام پر اسلام آباد اور ڈھاکہ میں ایک ساتھ جاری ہونے والے بیان میں کہا گیا ہے کہ مہاجرین (بہاریوں) کی واپسی دسمبر کے اواخر میں شروع ہو جائے گی پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان مہاجرین کی واپسی مرحلہ وار ہوگی اور ان کی آبادکاری منطقہ پنجاب میں رہائشی سہولیات کے حصول کے ساتھ ہوتی رہے گی۔

بوسینا ہرزے گووینا میں راحت رسانی کیلئے امریکہ، فرانس، برطانیہ کی متفقہ تجویز

یوگوسلاویہ کی سابق جمہوریہ بوسینا ہرزے گووینا جہاں سربیوں، کروشیوں اور دیگر قوموں کے مقابلے میں سب سے زیادہ ۴۴ فیصد آبادی ہے) میں غیر سربیوں کا قتل عام اور خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ جو انسانیت سوز واقعات پیش آرہے ہیں اور ان کے علاقوں سے جس طرح ان کا انخلاء عمل میں آرہا ہے اس نے تمام امن پسند باشندوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، حال میں خبر ملی ہے کہ امریکہ کے مختلف شہروں میں امریکی عوام نے صدر بش کے خلاف شدید رد عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے سربی حکومت کے خلاف سخت فوجی کارروائی کا مطالبہ کیا ہے فی الحال امریکہ، برطانیہ، فرانس اور یوگوسلاویہ کی سابق جمہوریہ بوسینا میں فوجی مداخلت کی اس تجویز پر متفق ہو گئے ہیں کہ اقوام متحدہ کی سرکردگی میں فوجی طاقت کا استعمال کرتے ہوئے خانہ جنگی میں مبتلا اس جمہوریہ کے باشندوں کو انسانی ہمدردی کے طور پر راحت رسانی کا سامان فراہم کیا جائے۔

(الاخبار ۱۰/۸/۹۲ء)

پاکستان میں ایک اور اسلامی اکیڈمی کا قیام

پاکستانی علماء کے متحدہ یونین کے سکریٹری جناب عبد الرؤف صاحب نے اپنے ایک جامع تخیل پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ وہ "المعہد العالی للمتخرجین" کے نام سے ایک ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں جس میں مختلف دینی تعلیم گاہوں اور مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کا داخلہ ممکن ہوگا انھوں نے مزید بتایا کہ وہ ایک فقہ اکیڈمی بھی قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ روزمرہ کے پیش آمدہ مسائل کو شریعت کے دائرہ میں حل کیا جا سکے۔ اس میدان میں اس کو مرجع کی حیثیت حاصل ہو۔

کناڈا کی حکومت نے مسلم تہواروں کو تسلیم کر لیا

کناڈا کی حکومت نے حال میں تمام مذاہب سے اپنے اپنے مذہبی تقریبات کی فہرست طلب کی ہے تاکہ ان مواقع کی آمد پر سرکاری ملازمت پیشہ لوگوں کو رخصت کی سہولت فراہم کرکے ان کو ان کا مذہبی حق دیا جا سکے۔ اس سلسلے میں حکومت کے ایک وفد نے شمالی امریکہ میں قائم تنظیم اتحاد اسلامی کے ذمہ داروں سے ملاقات کی انھوں نے مذہبی تقریبات پر مشتمل ایک فہرست پیش کی اور ساتھ ہی یہ واضح کر دیا کہ مسلمانوں کی حقیقی عیدیں صرف دو ہیں جو عید الفطر و عید الاضحیٰ کے نام سے معروف ہیں ان لوگوں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے حکومت کی توجہ ادھر بھی مبذول کرانے کی کوشش کی کہ مسلمانوں کو ہفتے میں دو گھنٹے کی رخصت مزید مطلوب ہے تاکہ وہ نماز جمعہ ادا کرسکیں اور مسلم عورتوں پر پردہ کی فرضیت سے متعلق تفصیلات سے آگاہ بھی کیا۔

(الخیریہ محرم ۱۴۱۳ھ)

ڈاکٹر یونس نگرامی ندوی کو صدر جمہوریہ کا اعزاز

اس سال یوم آزادی کے موقع پر صدر جمہوریہ نے عربی زبان و ادب کی خدمات کے سلسلے میں ڈاکٹر یونس نگرامی ندوی (ریڈر شعبۂ عربی لکھنؤ یونیورسٹی) کو صدر جمہوریہ ایوارڈ سے نوازا ہے، اب تک اس ایوارڈ کے پانے والوں میں ان کی عمر شاید سب سے کم ہے عرب ممالک میں جدید ہندوستان کو متعارف کرانے میں انھوں نے "الرائد" (ندوۃ العلماء سے شائع ہونے والا پندرہ روزہ عربی اخبار) کے ذریعہ جو کارنامہ انجام دیا ہے وہ کسی سے کم نہیں ہے۔ ڈاکٹر یونس نگرامی ندوی سابق شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا محمد ادریس ندویؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔

ادیس ابابا میں قائم ایک علمی اکیڈمی کو عظیم کتب خانہ ہدیہ

انجمن اعلیٰ برائے دینیات نے ادیس ابابا میں قائم احیاء التراث الاسلامی اکیڈمی کو ایک عظیم کتب خانہ ہدیہ کیا ہے جس میں مختلف مترجم قرآن مجید اور بعض علمی و تحقیقی مخطوطہ کتابیں موجود ہیں۔

بتایا گیا ہے کہ اس اکیڈمی کے تحت ایک مدرسہ بھی جاری ہے جس میں طلبہ کی تعداد ۷۵۰ تک پہونچتی ہے اور ۱۳ موقر اساتذہ تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں اس مدرسہ میں عربی زبان و ادب اور حفظ قرآن کی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

بقیہ: درس حدیث

بدعت اور اہل بدعت سے ان کو سخت نفرت اور عداوت تھی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ کتاب (قرآن مجید) ویسی کی ویسی ہی موجود ہے جیسی نازل ہوئی ہے، اور دین ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ کے رسول نے بتایا ہے حدیث پاک ویسی کی ویسی ہی ہے جیسی آپ نے بیان فرمایا ہے، اور بات ویسی ہی ہے جیسی آپ نے فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالی کا وجود کھلی ہوئی حقیقت ہے۔"

حضرت مجاہد فرماتے ہیں:

"ولا تتبعوا السبل"

اور دیگر رستوں پر نہ چلنا۔

یعنی بدعات اور غیر واضح عقائد، عبد اللہ بن الدیلمی نے فرمایا:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ دین میں خلل سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک سے واقع ہوگا دین کا خاتمہ ایک ایک سنت کے متروک ہونے سے اس طرح ہوگا جیسے رسی کی مضبوطی اور طاقت اس کے ایک ایک جز کے الگ ہونے سے ختم ہوتی ہے۔"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"دین کی پیروی کرو اس میں نئی باتیں نہ پیدا کرو اگر ایسا کر لیا تو گمراہی سے محفوظ رہو گے۔"

ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا:

"تقویٰ اور دین پر مضبوطی سے جمنا، دین کے پیرو رہو اور دین میں کوئی نئی بات نہ پیدا کرو، ان اقوال و آثار کو دارمی نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے۔

کتاب و سنت اور اخبار و آثار سب اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ دین کے اندر چھوٹی بڑی ہر قسم کی بدعت خواہ اصول میں ہو یا فروع میں، عبادات میں ہو یا عقائد و معاملات میں، زبان سے ہو یا عمل سے، یا وہ دین کی کسی بات کو چھوڑنے سے تعلق رکھتی ہو، سب گمراہی ہے، اور جو بھی ایسا کرے گا نافرمان ہوگا جہنم میں جائے گا، دین کے اندر کسی نئی بات کا پیدا کرنا اسی پر مار دیا جائے گا۔

یہ حدیث اس بدعت کی مخالفت اور اس سے برسرپیکار ہونے کی بہترین مثال ہے جو لوگوں کو شرک میں مبتلا کرتی ہے جیسے غیر شرعی طریقہ پر تعویذ لگانا، یا غیر شرعی جھاڑ پھونک کرانا، اور شوہر کے دل میں بیوی کی محبت پیدا کرنے یا بیوی کے دل میں شوہر کی محبت پیدا کرنے کے لئے کوئی چیز رکھنا، غیر اللہ کے لئے جانور ذبح کرنا یا نذر ماننا، بزرگوں کی محبت میں غلو کرنا، ان کی قبروں پر مسجدیں بنانا اور قبروں کے پاس دعا کرنا، کاہنوں اور شعبدہ بازوں پر عقیدہ رکھنا وغیرہ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی گراں قدر کتاب (اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ اصحاب الجحیم) میں ان بدعات کو کھول کر بیان کیا ہے جن میں وہ کفار کی مشابہت اختیار کرنے کے نتیجہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور شارع علیہ السلام نے کفار کے تہواروں، ان کے لباس، عبادات اور رسم و رواج سے مخالفت کرنے کا جو حکم دیا ہے اس کی حکمتیں بیان کی ہیں، اور ان کی مشابہت اختیار کرنے سے جو نفسیاتی اثر پڑتا ہے اس کو بیان کیا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں کا دینی باتوں سے واقف ہونا، سنت نبوی کو جاننا اور اس پر پختگی کے ساتھ عمل پیرا ہونا اس طرح کہ اس میں غلو اور حد سے تجاوز نہ ہو، ان ضروری باتوں میں سے جو امت کے امتیاز اور تشخص کو بحال کرتی ہیں اور اسی کے ذریعہ وہ اسلام دشمن تہذیبوں سے چھٹکارہ پاسکتا ہے۔

حدیث کے فقہی پہلو

۱۔ کسی مسلمان کے لئے یہ درست نہیں کہ دین کے اندر کوئی ایسی نئی بات پیدا کرے جو قرآن و حدیث میں مذکور نہیں، اور خاص طور سے عقائد اور عبادات کے سلسلہ میں تو قطعاً درست نہیں ایسا کرنا بدعت میں شمار ہوگا جس کی مخالفت ضروری ہے۔

۲۔ بدعت دین کے اندر نئی بات پیدا کرنے کو کہا جاتا ہے جس کا دین کے مکمل ہو جانے کے بعد کوئی جواز نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین میں اپنی من پسند کی جو چیزیں پیدا کر لی گئی ہیں وہ سب بدعت ہیں، بعض لوگوں نے بدعت کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل شدہ حقائق کے برعکس چیزوں کا پیدا کر لینا اور اس کو صحیح دین اور صراط مستقیم سمجھنا یہ بدعت ہے۔

بدعت کی دینی دنیاوی دو قسمیں ہیں، دین کے اندر پیدا کی جانے والی ہر بات گمراہی ہے۔ دین کے اندر کوئی تبدیلی کرنا اور اس سے پھرنا یا دینی باتوں کی تاویل کرنا گمراہی اور اس کا انجام جہنم ہے۔ پھر دینی بدعت کی کئی قسمیں ہیں:۔

۱۔ ایسی بدعت جس سے کفر لازم آئے جیسے انبیاء صلحاء اور بزرگوں سے دعا کرنا، ان سے مدد چاہنا، مصیبتوں کے دور کرنے کی التجا اور ضرورتوں کو پورا کرنے کی درخواست کرنا، یہ وہ بدترین بدعت ہے۔ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رائج کی گئی۔

۲۔ ایسی بدعت جو حرام ہے جیسے مردوں کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالی سے دعا کرنا، ان مردوں سے دعا کی درخواست کرنا یا اسی طرح قبروں کو سجدہ گاہ بنانا اور اس کے پاس نماز پڑھنا، چراغ جلانا، ان پر شمع روشن کرنے اور جانور ذبح کرنے کی نذر ماننا، اس کا طواف کرنا اور اس سے استلام کرنا، چمٹنا۔ ابن حجر ہیتمی نے ان تمام باتوں کو اپنی کتاب "زواجر" میں گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ یہ سب بدعت و گمراہی ہے لیکن پہلی کے مقابلہ میں کچھ کم ہے۔

۳۔ بدعت کی یہ قسم مکروہ تحریمی ہے جیسے جمعہ کے بعد ظہر کی نماز پڑھنا یہ تو وہ بات ہے جس کی کتاب و سنت نے اجازت نہیں دی۔ اسی طرح اجرت لے کر قرآن کریم کو پڑھنا یا پندرہ شعبان کو اجتماعی دعا کا اہتمام و جشن۔

۴۔ بدعت کی یہ قسم مکروہ تنزیہی ہے مثلاً ہر نماز کے بعد امام سے مصافحہ کا اہتمام اور منبروں پر پردے لٹکانا، عاشوراء کی دعا یعنی شروع سال اور سال کے آخر میں کسی خاص اہتمام کیساتھ دعا کرنا، رہی دنیوی معاملات و فوائد اور معاشی نفع کے سلسلہ کی بدعت تو اس میں حرج نہیں بشرطیکہ سود مند ہو اس سے نقصان نہ پہنچتا ہو نہ کسی ایسے شر کا موجب ہو جس سے کسی انسان کو نقصان پہنچے، یا اس سے حرام کا ارتکاب ہو رہا ہو، دین کے کسی اصول و شعار کو نقصان نہ پہنچتا ہو۔ اللہ تعالی نے بندوں کو اس کی اجازت دی ہے کہ اپنے دنیاوی معاملات اور معاشی ضرورتوں میں جو وسائل بھی ایجاد کر سکتے ہوں ایجاد کریں بس یہ کہ وہ شریعت کے اصولوں سے نہ ٹکراتا ہو اللہ تعالی فرماتا ہے:

"واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون"

اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

دوسری آیت میں فرمایا:

"وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"

اور دیکھو نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا"

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اس کو اس کا ثواب ملے گا۔

حدیث کے مزید فوائد

۱۔ مسلمانوں کو حلال و حرام کے پہچاننے کی فکر ضروری ہے اسی طرح سے معاشرہ میں پھیلی ہوئی رسوم و رواج کی بھی جانچ پڑتال کرتے رہنا چاہئے کہ اس میں کوئی چیز خلاف شرع تو نہیں رواج پا رہی ہے، جو چیزیں کتاب و سنت کے مطابق ہوں ان کو تو باقی رکھا جائے ورنہ ان کو چھوڑ دیا جائے تاکہ دین ہر قسم کے غلط شائبہ سے پاک و محفوظ رہے، بعض ممالک کے مسلمانوں نے اس بارے میں لاپرواہی برتی ہے، جس کے نتیجہ میں طرح طرح کے بدعات کا دروازہ کھل گیا ہے۔

۲۔ بدعت کسی نہ کسی سنت کو توڑ کر ہی قائم ہوتی ہے، جو قوم بھی کوئی نئی چیز نیا اصول زندگی اور ضابطہ سامنے لاتی ہے اسلام میں اس سے بہتر موجود ہے مسلمانوں کو اس نئی چیز کو اپنانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، اگر ایسا محسوس ہو کہ کوئی قانون و ضابطہ اسلامی قانون و ضابطہ سے بہتر ہے تو یہ محض شیطانی وسوسہ اور مکر و فریب ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"افمن زین لہ سوء عملہ فرآہ حسنا"

(بھلا جس کو اس کے اعمال بد آراستہ کرکے دکھائے جائیں اور وہ ان کو عمدہ سمجھنے لگے تو کیا وہ نیکوکار آدمی جیسا ہو سکتا ہے)۔

۳۔ دین میں کوئی نیا اضافہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے دین کے کسی حکم و قانون کو ختم کر دیا جائے، بدعتی اگر بدعت کی طرف سے صفائی پیش کرے اس کا دفاع کرے تو اس کے عقیدۂ توحید کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے، اس لئے کہ وہ گویا دین کو ناقص سمجھتا ہے جب کہ اللہ رب العالمین نے اس کے کامل ہونے کا اعلان فرما دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی گویا وہ اس بات کا قائل ہے کہ آپ نے کما حقہ دین کی تبلیغ نہیں کی پورے دین کو لوگوں تک نہیں پہنچایا، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت بحق ادا کر دیا دین کو پہنچا دیا۔

۱۔ مسلم و بخاری ۲۔ مائدہ ۳
۳۔ آل عمران ۱۰۵، ۱۰۳ ۴۔ النساء ۱۱۵
۵۔ سنن ابن ماجہ ج ۱، باب اتباع سنۃ الخلفاء
۶۔ مسلم کتاب الجمعۃ ۷۔ کتاب السنن والمبتدعات لمحمد عبد السلام خضر الشقیری ۸۔ حج ۷۷
۹۔ مائدہ ۱۰۔ مسلم ۱۱۔ فاطر ۸